



رَضِيَّهٖ سُبْحَانَ قَرِيْشِي





نام : رضیہ سحبان قریشی

آباٹ شہر : مدراس

ستارہ : قوس

تعلیم : بی اے (آنرز)، ایم اے

شعبہ : انگریزی

پیشہ : درس و تدریس

(ایسوسی ایٹ پروفیسر)

پتہ : اے 374 بلاک ڈی

نارتھ ناظم آباد - کراچی

فون : 6631181

سکرده نگ

رضیہ سبحان قریشی

جملہ حقوق بہ حق مصنفہ محفوظ ہیں

نام کتاب	:	سرد آگ
مصنفہ	:	رضیہ سبحان قریشی
اشاعت اول	:	1996ء
تعداد	:	پانچ سو
طابع	:	ذکی پریس
قیمت	:	۱۴۵
کمپوزنگ	:	الٹی گرافکس
نگراں	:	ابوالحسن انصاری
ملنے کا پتہ	:	اے 374 بلاک ڈی
		نارتھ ناظم آباد-کراچی
		پوسٹ کوڈ :

انتساب

میرے والد

محترم سید سحان (مرحوم)

کے نام

رضیہ سحان قریشی

فہرست

9	حرف آغاز
11	سرد آگ
15	1- حمد کیونکر بیاں ہو تیری رحیم
16	2- عکس رعنائی جمال ہیں آپ
17	3- رونقِ دو جہاں مصطفیٰ مصطفیٰ
18	4- نہ تیرے ہجر کی ہے نہ تیرے وصال کی ہے
20	5- طعنہ شوقِ رہائی دنیا
21	6- جو میرے بعد محبت کی داستان لکھنا
22	7- کوئی تو ہو کہیں جو مرا ہم خیال ہو
23	8- جب ستاروں کی انجمن نکلے
25	9- فضا کی چیخ ہوں میں اک فغاں ہوں
26	10- موسم گل کے طلبگار نہ ہو
27	11- گئی رتوں کو وہ پھر سے جگانے آیا تھا
28	12- میسر ہوا نہیں منزل کہاں سے
29	13- ذہن میں جب مری تصویر سمائی ہوگی
30	14- دل میں اترا ہے مرے پھر صورتِ تصویر کون
31	15- عکس لفظوں میں اُتاروں کیسے
32	16- فضا نے رنگ نئے چار سو بکھیرے ہیں

- 33 17- مدت ہوئی نکلے ہوئے خود اپنے ہی گھر سے
- 34 18- ہوا سرگوشیوں میں کہہ گئی کیا
- 35 19- ظلم ہر روز مرے دل پہ نیا ہوتا ہے
- 36 20- بہت دنوں سے وہ نظریں وہ التفات نہیں
- 37 21- جن سے قائم تھی عظمت پرواز
- 38 22- آپ کے ظلم کا حساب نہیں
- 39 23- حصار تنگ میں قید نگار شب رکھے
- 40 24- میرے ظلمت کدے سے رات چلے
- 41 25- وہ تو اس طور اس ادا سے رہے
- 42 26- اشک آنکھوں میں لرزاں ہوئے ہیں
- 43 27- جبکہ ہر شام کا سویرا ہے
- 44 28- چمن میں پھول اب کھلتے کہاں ہیں
- 45 29- ہم کو حسرت ہے اک زمانے سے
- 46 30- زندگی وقت کا عذاب ہوئی
- 47 31- کسی کا ساتھ یوں سفر کے درمیان مل گیا
- 48 32- ہم نے چاہا بہت مگر نہ ہوئے
- 50 33- یوں روبرو کسی کو اچانک جو پا گئے
- 51 34- کاوش مستقل بھی نے کی
- 52 35- میں تیرے دلیں رہوں یا تری نثر میں رہوں
- 53 36- چاک دلیں ہیں تیرے سودائی
- 55 37- دل کو پھر بے قرار ہونا تھا

- 38- یہ مرحلہ شوق کہ آسان بہت ہے 57
- 39- نہیں، نہیں مجھے اس بات کا ملال نہیں 58
- 40- دل دھڑکنے کی صدا ہو جائے 59
- 41- ہم بادلوں کے ساتھ ہوا میں سفر کریں 60
- 42- تم کبھی پھر نہ لوٹ کر آنا 61
- 43- فلک کی رفعتوں کو چھونے والو 62
- 44- وہ بت ہے بت کے سوا نہیں ہے 63
- 45- زبان بند رکھو آنکھ کو کھلا رکھو 64
- 46- غرورِ عشق کو ایسے نہیں گنوانا ہے 65
- 47- وہ جو سر کو جھکائے رکھتے ہیں 66
- 48- دل کو تجھ پر جو اعتبار ہوا 67
- 49- محبتوں کے سلسلے عجیب سے عجیب تر 68
- 50- وہ ایک شخص جو مجھ سے ملا تھا عجلت میں 69
- 51- اور دل کو ملال ہوتا ہے 71
- 52- جس قدر مضطرب سمندر ہے 72
- 53- سکوتِ شب میں چراغِ سحر جلا تو کیا 73
- 54- جو بھی آپس میں وفا بانٹتے ہیں 74
- 55- اب اہتمامِ حسن کی عادت نہیں رہی 75
- 56- زندگی رائیگاں گنوائیں کیوں 76
- 57- اظہارِ جذبِ دل سے جو معذور ہو گئے 77
- 58- درو جب حد سے گزر جاتا ہے 78

- 59- کوئی جب یاد کا خنجر اتارے 80
- 60- فیصلے قسمت کے ایسے ہو گئے 82
- 61- وقت سے میں نے انتقام لیا 83
- 62- جب بھی وہ مثل صبا جائے ہے 84
- 63- راہ کی گردِ سفر ہم پہ اڑاتے کیوں ہو 85
- 64- وصل کی ہر گھڑی قلیل رہی 87
- 65- دشتِ ویراں میں کوئی یار ملے 88
- 66- آسود گئی فکر کا سماں نہیں ہوتا 90
- 67- نہیں ہے ہل میری بات سے مکر جانا 91
- 68- کیوں سرِ شام دیئے گھر کے جلا دیتے ہو 92
- 69- میری آنکھوں میں ایک تار اسا 93
- 70- وہ جو امید سحر رکھتے ہیں 94
- 71- ترا پیکر ترا سایا نہیں ہے 95
- 72- پھر کوئی در کوئی صدا مانگے 96
- 73- خضر سا راہ نما چاہتی ہوں 98
- 74- جب نہ دل شغلِ محبت چاہے 100
- 75- گفتگو کا یہ سلسلہ کیا ہے 101
- 76- بڑھ گئی جب کبھی بیتابی جاں 102
- 77- آنکھ کو منظر ہانا چاہیے 103
- 78- شامِ غم جب مرے آنگن میں اتر آتی ہے 105
- 79- شوخی صبا کی پھول کو بدنام کر گئی 107

- 108 80- خلش ذہن میں نہ ولعیں ملال رکھا ہے
- 109 81- ٹھوکر نہ ماریے کہ پرستار ہی تو ہیں
- 110 82- تین شعر اور قطعہ
- 112 83- دعا
-

دوسرا حصہ

انگریزی نظمیں کا منتخب مجموعہ

صفحہ 160 - 113

حرف آغاز

”سرد آگ“ ادب کی دنیا میں ایک بے ادب کی جسارت ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ قارئین میری اس جسارت پر مجھے داد دیتے ہیں یا بیداد!

میرا شعری سفر کب سے شروع ہوا اس کا تعین کرنا بے حد مشکل ہے۔ بقول شخصے ’شاعر بننے نہیں‘ شاعر پیدا ہوتے ہیں۔ شاید میں بھی پیدائشی شاعرہ تھی۔ مگر منظر عام پر نہ آسکی۔ اس کی وجہ میری کاہلی، میری نجی زندگی کی مصروفیات یا پھر کچھ اور سمجھ لیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا قلم کی جنبش شروع کر دی۔ خیالات کو لفظوں کی شکل دے کر انہیں شعروں میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ خود ہی لکھتی رہی، خود ہی پڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ کافی وقت بیت گیا۔ آج گردش ایام سے ذرا فرصت ملی تو کچھ دوستوں کے اصرار اور کچھ اپنے دل کی پوشیدہ خواہش کو پورا کرنے کے لئے ان غزلوں کو اکٹھا کیا اور ’سرد آگ‘ کی صورت میں آپ کی نذر کر رہی ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

”آگ“ روشنی کی علامت ہے، زندگی کا نشان ہے اور انسانی بقا کے لئے بے حد لازم ہے۔ مگر میری آگ سرد ہے جو بے حسی، بے مروتی، بے رخی اور بے اعتنائی کی نشاندہی کرتی ہے۔ آج کی دنیا جس ڈگر پر چل پڑی ہے وہاں مایوسیوں کے اتھاہ اندھیروں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انسان انسان کا دشمن ہو چلا ہے، ہمارے آباؤ اجداد کے رسم و رواج دم توڑ چکے ہیں، ہر فرد ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہے، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہے۔ جس کو دیکھو پریشان، جس سے ملو حیران اور جس کو پرکھو ویران نظر آتا ہے۔ وقت کی رفتار بہت تیز ہو چکی ہے اور انسان زندگی کی چکی میں گھٹن کی طرح پس رہا ہے۔ یہاں کسے اتنی فرصت، کس کے پاس اتنا وقت کہ ایک دوسرے کا درد بانٹے، ایک دوسرے کی بات سنے، ایک دوسرے سے ہمدردی کرے، ایک دوسرے کے زخموں پر مرہم رکھے۔ اگر رکے تو پیچھے رہ جانے کا خیال انہیں ایک

دوسرے سے بے نیاز کر کے تیز تر دوڑنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسی تیز دوڑ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ آپ کی رفتار کو ست کر دوں، آپ کی فکر کو گرفت میں لے لوں، اور آپ کی دھڑکنوں میں شامل ہو کر آپ کے لئے تھوڑا سا سکون، ذرا سی آسودگی اور چند لمحے فکریہ پیش کر سکوں۔ میری اس گستاخی کو نظر انداز کر کے ایک لمحے میری سرد آگ کی گرمی کو محسوس کریں، شاید آپ کے دلوں کی راکھ میں دبی ہوئی کوئی چنگاری سلگ اٹھے۔ اگر ایسا ہوا تو میں سمجھوں گی کہ میری کاوش رائیگاں نہیں گئی۔

شکریہ

آخر میں میں اپنے استاد جناب تابش دہلوی کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جن کی حوصلہ افزائی کے سبب میں آج صاحب کتاب ہوئی اور اپنے ماموں جناب قادر شریف کی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی نوک پلک درست کی اور اپنے سر اسحاق صاحب کا بھی شکریہ جنہوں نے میرے اوراق کو سرورق دیا۔

رضیہ

سرد آگ

رضیہ قریشی کے شعری مجموعہ کا نام ”سرد آگ“ ہے، یہ نام ہی رضیہ قریشی کے جذبات اور احساسات کو سمجھنے میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے، آگ سرد ہے، مگر ہے آگ اور اس سرد آگ میں جذبات اور احساسات کی کتنی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں اس کا اندازہ ان اشعار سے لگایا جاسکتا ہے جو انسانی رویوں سے پیدا ہونے والے اثرات کی ترجمانی کرتے ہیں، اس مجموعہ میں ایسے بے شمار شعر ملیں گے۔ جس میں اس دور کی معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی ماحول کی عکاسی کی گئی ہے اور نہایت چابکدستی سے کی گئی ہے اس چابکدستی کی وجہ رضیہ قریشی کی جذباتی زندگی کا ایک اور پہلو ہے اور وہ ہے ان کی مصوری، مصوری اور شاعری نے انہیں دو طرح سے اپنے جذبات کے اظہار میں مدد دی ہے۔ شعر کہتے وقت وہ جذبہ اور احساس کو تشکیلی صورت میں اپنی گرفت میں لیتی ہیں اور مصوری کرتے وقت وہ جذبہ اور احساس کی فضا کو اس تصور میں سمودیتی ہیں جس کی تصویر ان کے پیش نظر ہوتی ہے اور اس طرح وہ شعر کو تصویر اور تصویر کو شعر بنا دیتی ہیں۔ غرض دونوں صورتوں میں وہ خالص فنکار ہوتی ہیں اور یہی حیثیت انہیں ممتاز کرتی ہے۔

وہ اپنے جذبات کو شعری نغمگی میں محفوظ کر لیتی ہیں اور پھر دوسروں تک پہنچاتی ہیں، دوسرے لفظوں میں ان کے تجربات دوسروں کے تجربات ہو جاتے ہیں اور اس طرح زندگی اپنے تناظر میں زیادہ وسیع نظر آتی ہے۔

اس صنعتی دور میں انسان کا سب سے بڑا مسئلہ احساس تنہائی ہے اور یہی احساس تنہائی اسے زندگی کی اعلیٰ قدروں سے روز بروز بیگانہ کر رہا ہے۔ وہ اس بھری پری دنیا میں تمام رشتوں سے اپنے آپ کو کٹا ہوا محسوس کر رہا ہے۔ مذہب میں وہ پناہ ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو مسائل کی موشگافیوں کی وجہ سے مذہب بھی اسے تشکیک و ریب میں مبتلا کرتا ہے۔ سائنس

میں سکون تلاش کرتا ہے تو سائنس اپنی خوفناک ایجادات کی وجہ سے اسے خوفزدہ کرتی ہے،
فلسفہ نے اللہ کے تصور ہی کو مبہم کر دیا ہے اور اس طرح وہ اللہ سے بھی اپنا رشتہ قائم کرنے
میں ناکام رہتا ہے۔ غرض اس طرح وہ زندگی کی بے شمار نعمتوں سے محروم ہے۔

رضیہ قریشی کی شاعری انہی مسائل کی طرف اشارہ کرتی ہے، ان کی زباں سادہ، اظہار کا
انداز دلکش اور احساسات کا ابلاغ غیر مبہم ہے اور اس طرح تاثیر اور تاثر کی فضا ان کے
شعروں میں قائم رہتی ہے۔

رضیہ قریشی، کم آمیز ہیں وہ کسی مشاعرہ میں شریک نہیں ہوتیں، کسی رسالے میں ان کا کلام
شائع نہیں ہوتا، تشہیر کے اس دور میں ان کا یہ انداز۔ میرے نزدیک خاصا پسندیدہ ہے کیونکہ
جو ہر قابل کبھی چھپانے کے باوجود چھپ نہیں سکتا۔ آئیے ان کے کچھ شعر پڑھیں۔

جو گذرا ہے تری چاہت سے ہٹ کر
وہ میری زیت کا لمحہ نہیں ہے

سمندر میں ابھی ہیں کتنے طوفاں
یہ ساحل کو بھی اندازہ نہیں ہے

اسم جاں کے رموز پانے کو
زندگی موت سے بقا مانگے

ہو عطا اس کو رنج و غم ہی سہی
دل بھلا اور تجھ سے کیا مانگے

ایک روزن مرے زنداں میں نہیں
میں عبث تازہ ہوا چاہتی ہوں

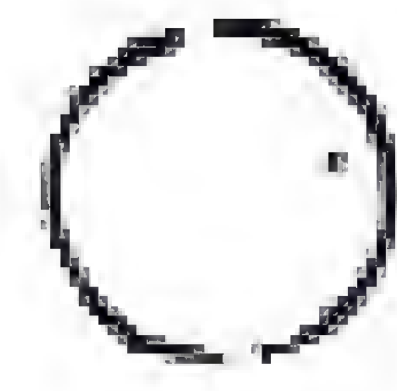
جس سے ایوانِ فردہ مہکیں

شہر میں ایسی فضا چاہتی ہوں

خواب لذت سے مسافر جاگیں
 دشت میں بانگ درا چاہتی ہوں
 قصہ حسن و عشق رہنے دے
 ایسی باتوں میں اب دھرا کیا ہے
 منتظر کس کی ہے بے خواب نظر
 کیوں نہیں کثتی مری عمر رواں
 چھوڑے جاتے ہیں متاع دنیا
 کار آمد نہ ہوا کارِ جہاں
 واضح ہے گفتگو سے مری چال ڈھال سے
 وہ تلخی حیات جو دل میں اتر گئی

ان شعروں میں وہ سب کچھ ہے جو اچھی شاعری کے لئے ضروری ہے۔ یقین ہے آپ رضیہ قریشی کی شاعری سے لطف اندوز ہوں گے۔

تالش دہلوی



حَمْد

حمہ کیونکر بیاں ہو تیری رحیم
تو ہی یکتا جہاں میں تو ہی عظیم

قابلِ عشق اور پرستش تو
کام تیرا کرم ہے تو ہی کریم

بے سہاروں کا ہے سہارا تو
بے کسوں کا ہے صرف تو ہی ندیم

تیری رحمت پہ ناز ہے مولا !
کہ تو غفار اور تو ہی رحیم

ذرے ذرے میں عکس ہے تیرا !
تو ہی گل ہے مہک ہے تو ہی نسیم

نعت

عکس رعنائی جمال ہیں آپ
بے مثالی کی اک مثال ہیں آپ

جس کو قدرت ہے بختِ انساں پر
اس مصوّر کا ہی کمال ہیں آپ

اہلِ ایماں کا آپ ہی مقصود
آئینہ ہم تو خط و خال ہیں آپ

آپ تعبیرِ خوابِ درینہ !
عکسِ انوارِ ذوالجلال ہیں آپ

آپ تخلیقِ ہر جہاں کا سبب
محورِ روز و ماہ و سال ہیں آپ

دلہن ہیں دل کی دھڑکنوں کی طرح
ذہن میں پر تو خیال ہیں آپ

نعت

رونی دو جہاں مصطفیٰ مصطفیٰ
صاحب لا مکاں مصطفیٰ مصطفیٰ

عشق کے پاسباں حسن کے راز داں
عکس رب جہاں مصطفیٰ مصطفیٰ

آپ رستہ مرا آپ منزل مری
آپ میرا نشان مصطفیٰ مصطفیٰ

آنکھ سے دور ہیں دل سے بے حد قریں
اک یقین بیکراں مصطفیٰ مصطفیٰ

یہ جہانِ دنی خواہشوں کی نہیں
اس میں واحد اماں مصطفیٰ مصطفیٰ

دل وہیں پر مرا جاں وہیں پر مری
آپ کا در جہاں مصطفیٰ مصطفیٰ

درد کے چارہ گر میں ہوں حاجت نگر
الاماں اماں مصطفیٰ مصطفیٰ



نہ تیرے ہجر کی ہے نہ ترے وصال کی ہے
یہ جسدِ خاک میں حدت ترے جمال کی ہے

نہ سرد ہوگی کبھی آگ جذبہ دل کی
کہ اس وجود میں گرمی ترے خیال کی ہے

وہ جس نے تھام لیا دامن خیال ترا !
ہے زعمِ اوج اُسے فکرِ بے زوال کی ہے

وہ شخص جس کے لئے وقف زندگانی کی
اسے خبر مرے ماضی کی ہے نہ حال کی ہے

مرے رقیب کو مجھ سے شکستِ فاش ہوئی
یہ بات تیرے لئے کس قدر ملال کی ہے

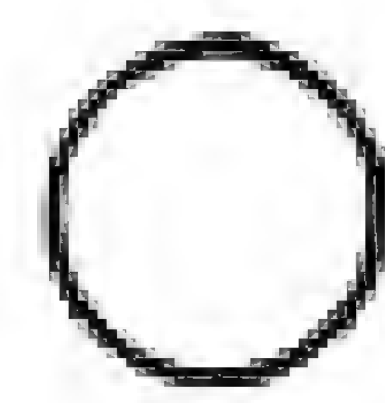
نگار خانہ دنیا میں بے ہنر ہی بھلے
یہاں پہ قدر کہاں صاحبِ کمال کی ہے

کتابِ زیست کے اتنے حسین صفحات پر
نہیں مثال ترے حسنِ بے مثال کی ہے

سراغِ جاہِ منزل جو مل گیا ہے مجھے
عطا یہ مجھ پہ مرے ربِّ ذوالجلال کی ہے



راہِ دشوار کا شکوہ کیا
جذبہِ صادق ہو تو منزل آساں



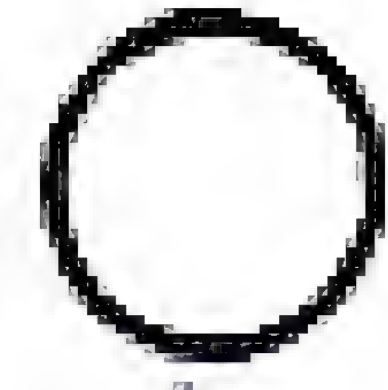
طعنہ شوقِ رہائی دینا
جب کہیں مجھ کو دکھائی دینا

شرم مانع ہو اگر محفل میں
میری آنکھوں کو سنائی دینا

راس آیا ہے تری راہوں میں
شوق کا آبلہ پائی دینا

سخت ہے سر کے لئے سودائی
کھا کے پتھر نہ دہائی دینا

حلبِ شب کے درخشاں تارو
تم مرے غم کی گواہی دینا



جو میرے بعد محبت کی داستاں لکھتا
کہیں تو میرے لئے حرفِ مہرباں لکھتا

ہمارے جذبِ محبت کا ذکر جب آئے
یقین کے ساتھ اسے بحرِ بیکراں لکھتا

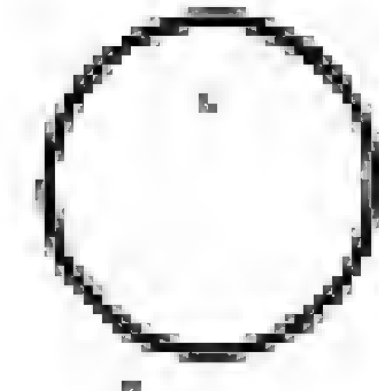
جو سچ کہوں تو گنوائی ہے جان دانستہ
غلط سہی تو اسے مرگِ ناگہاں لکھتا

امر تو ہو نہ سکے پھر بھی یہ تمنا ہے
ہمارا نام جو آئے تو جاوداں لکھتا

مرے شعورِ محبت کی لاج رہ جائے
مری زمینِ محبت کو آسماں لکھتا

وہ ایک دورِ شناسائی محبت تھا !
جو ذکر ہو تو اسے یادِ رفتگاں لکھتا

جو اختتام ہو مقصود اس فسانے کا
تم اپنے عشقِ مرے حسن کا زیاں لکھتا



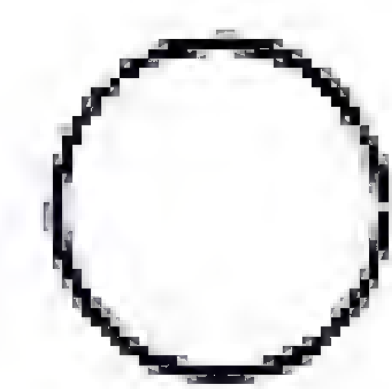
کوئی تو ہو کہیں جو مرا ہم خیال ہو
میں ہوں اگر جمال وہ عکس جمال ہو

لکھتے ہوئے ہیں روز مقدر میں حادثے
میری تباہیوں کا اسے کیوں ملال ہو

اس طرح پھونک پھونک کے رکھا ہے ہر قدم
جیسے ہر ایک سمت فریبوں کا جال ہو

تجھ کو بھی چھوڑ دوں یہ متاعِ جہاں تو کیا
جب آبرو کی بات، ابا کا سوال ہو

جب مقصد وفا نہ تری آرزو رہے
ایسا بھی کوئی دن ہو کوئی ماہ و سال ہو



جب ستاروں کی انجمن نکلے
چاند بن کر نئی دہن نکلے

آپ اک بار مسکرا دیں، اگر
مرے ماتھے سے ہر شکن نکلے

یوں تو آباد ہیں نگر سارے
جس کو دیکھو جلا وطن نکلے

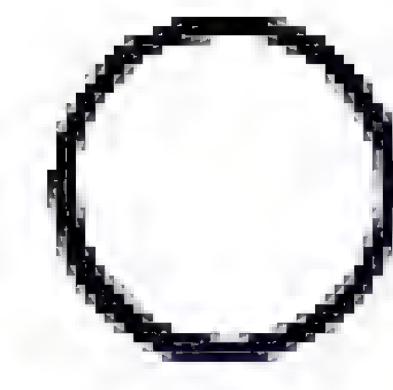
کیا ہے اس کے سوا فریبِ نظر
کتنے آباد شہر بن نکلے

جن کو تذلیل کا سبب جانا
گل وہی زینتِ چمن نکلے

مہر جن پہ لگی جہالت کی
ہم نے دیکھا وہ ایلِ فن نکلے

دار پر بھی زباں نہیں کھولی
ہائے وہ کتنے کم خن نکلے

جس کو تنہا سمجھ رہے تھے ہم
اپنی خلوت میں انجمن نکلے



فضا کی چیخ ہوں میں اک فغاں ہوں
اندھیری رات میں ماتم کناں ہوں

ہر اک دور بہاراں میرے بس میں
میں اپنے خارو گل کی پاسباں ہوں

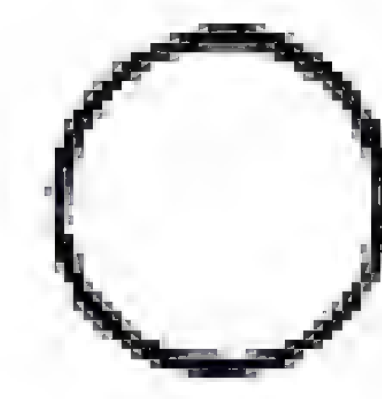
ازل سے ہوں ابد تک میں رہوں گی
پیام درد ہوں دلعی نہاں ہوں

میرے اندر کی دیواریں گری ہیں
بظاہر میں حصار بکراں ہوں

مجھے برسات میں آکر جلا دے
سمجھ لے برق میں اک آشیاں ہوں

مری پستی میں ہے رازِ بلندی
نہں پر میں رشکِ آسماں ہوں

ابھی راہوں میں ہے عکسِ انساں
ادھوری بت تشنہ داستاں ہوں



موسم گل کے طلبگار نہ ہو
ان فریبوں میں گرفتار نہ ہو

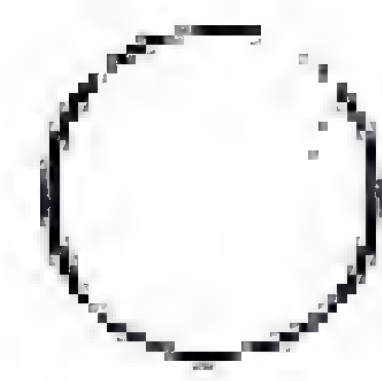
یوں جو گزرے تو بہت ہی اچھا
خواہش مونس و غمخوار نہ ہو

نہیں وہ جسمیں کوئی خواب نہیں
خواب وہ جس سے کہ بیدار نہ ہو

ایک بازارِ وفا ہو جس میں
آپ جیسوں کا خریدار نہ ہو

راہِ الفت میں کہاں یہ ممکن
راستہ ہو کوئی دیوار نہ ہو

چہ لحوں کی یہ دنیاِ صالح
تم گنہگاروں سے بھزار نہ ہو



گئی رُتوں کو وہ پھر سے جگانے آیا تھا
مجھے بہار کا مژدہ سنانے آیا تھا

بہ نامِ عشق مرے پاس ایک دُور اندیش
بنا۔ کے مصلحتوں کے یہاں آیا تھا

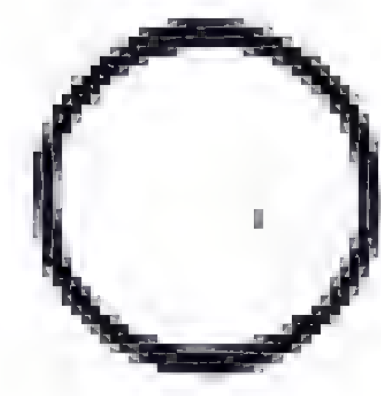
وہ نیم شب مری تاریک راہداری میں
فسادِ شب کو سرنو جگانے آیا تھا

سمجھ رہی تھی جسے فصلِ گل کا حاصل میں
مجھے۔ کو آج وہ بادل رلانے آیا تھا

مٹا گیا ہے مجھے آج نقشِ ہستی سے
کہاں تو وہ مری دنیا بسانے آیا تھا

چمن کی شاخِ شکستہ پہ ایک طائرِ نو
کسی اسیر کو نثرِ سنسنے آیا تھا

چمن میں پھول کھٹے ہیں کہ تڑپنے چہرے
یہ فصلِ گل تیری یادیں اُگاتے آیا تھا



میسر ہو انہیں منزل کہاں سے
پچھڑ کر رہ گئے جو کارواں سے

ہمیں تو پاس خود داری بہت تھا
یہ آئے آنکھ میں آنسو کہاں سے

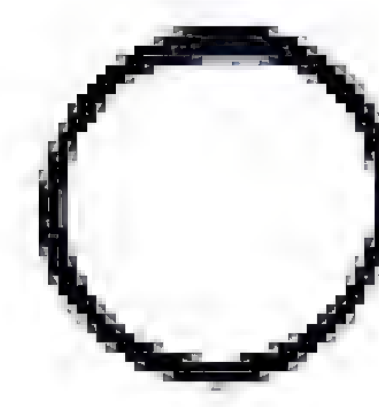
مجھے درسِ محبت دے کے لوگو !
وہ مجھ سے ہو گئے ہیں بدگماں سے

کفِ قاتل میں خنجر ڈھونڈتے ہو
نظر بھی کم نہیں تیر و کماں سے

وہ منزل ہے کہ خاموشی بھلی ہے
گزر آئے ہیں کوئے دوستاں سے

پلٹ کر دیکھنا اک بار ہم کو
نظر آئیں گے ہم اک سائباں سے

دل وحشی یہ وحشت کا سبب کیا
کہ ہم تو تھے بچاپن مکان سے



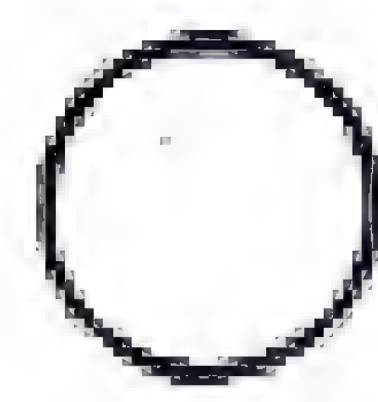
ذہن میں جب مری تصویر سائی ہوگی
پھر کسی پہلو تجھے نیند نہ آئی ہوگی

ذکر محفل میں میری سوختہ سامانی کا
چھیڑ کر اس نے نہ پھر آنکھ ملائی ہوگی

اک تحریر کہ عنوان تھا محبت جس کا
خونِ دل سے اسے لکھ لکھ کے مٹائی ہوگی

روح میری تو ہے آمادہ پرواز مگر
جسم کی قید سے چھوٹے تو رہائی ہوگی

بے سبب کوئی بھی تنہا نہیں ہوتا لوگو
چوٹ اس نے بھی کبھی دل پہ تو کھائی ہوگی



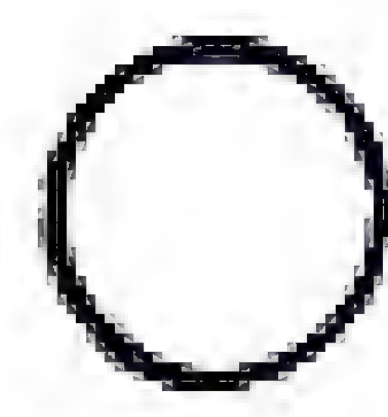
دل میں اترا ہے مرے پھر صورتِ تصویر کون
کر گیا ہے اپنی یادوں سے مجھے زنجیر کون

تم سے مل کر بھی نہ جانے منتظر کس کی ہوں میں
میرے جذبِ ناتواں سے اب ہے دامنِ لیر کون

قربتوں میں دل کے اندیشے بڑھے کچھ اور بھی
چھین کر لے جائے گا مجھ سے مری تقدیر کون

عشق کی سچائی پر ایمان تو باہم رہا
ایک شہر بے یقین پھر کر گیا تعمیر کون

آشیاں جس شاخ پر چاہا وہیں بکلی گری
جرم سے پہلے سزائیں کر گیا تحریر کون



عکس لفظوں میں اتاروں کیسے
اس کو نظروں سے سنواروں کیسے

ساتھ دینے کو ستارا بھی نہیں
میں شب ہجر گزاروں کیسے

اپنے پہلو میں دل ویراں ہے
گلشنِ زیست نکھاروں کیسے

ساری دنیا یہ خبر پا لے گی
میں تجھے دوست پکاروں کیسے

غم سک آہ تڑپ بے چینی
اس کا احسان اتاروں کیسے

جان پر کھیل کے جیتا ہو جے
اس کو میں جان کے ہاروں کیسے

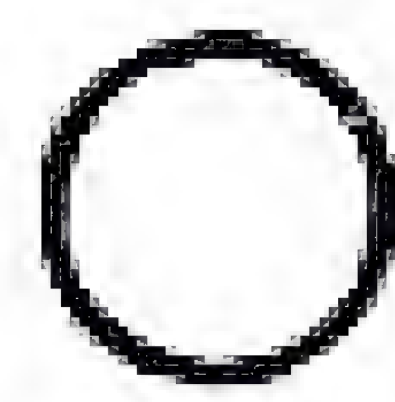


فضا نے رنگ نئے چار سو بکھیرے ہیں
کہ شب کے بعد چمکتے ہوئے سویرے ہیں

کسی کی آنکھ ہے خیرہ دھلے اُجالوں سے
کسی کی آنکھ میں روشن بہت اندھیرے ہیں

محبوبوں کے اُجالے جہاں جہاں پھیلے !
وہاں وہاں پہ شکستہ دلوں کے پھیرے ہیں

ہے اک سکوتِ مسلسل حیات میں کیا
زمانے بھر کے مرے ساتھ جب بکھیرے ہیں



مدت ہوئی نکلے ہوئے خود اپنے ہی گھر سے
اک عمر گنوا دی ہے تو کیا لوٹیں سفر سے

منہوم خموشی کا نہ سمجھو گے اگر تم
ہم جراتِ اظہارِ وفا لائیں کدھر سے

ہم صورتِ مہتاب نکل آتے ہیں شب کو
وہ مثلِ صبا روز گزرتے ہیں ادھر سے

ایسا بھی کبھی قہرِ الہی نہ ہوا ہو
بھگی ہوئی برسات میں دو بوند کو تر سے

جب چھائیں گھٹائیں تو مری آنکھ آنسو
بادل کی طرح آج بہت ٹوٹ کے برے !



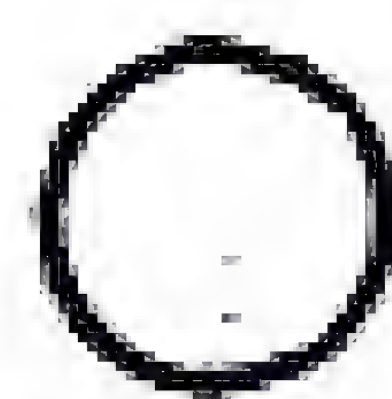
ہوا سرگوشیوں میں کہہ گئی کیا
جو عارض پھول کے جلنے لگے ہیں

نہ اب مجھ پہ کرم فرمائیے گا
کہ دل کے زخم اب بھرنے لگے ہیں

کسی گل پر ہمارا نام رکھ دو !
ہم اب کانٹوں میں بھی کھلنے لگے ہیں

کہاں تک شورِ مرگ ناگہانی
کہ وہ ہر گام پر مرنے لگے ہیں

ہماری مصلحت یا بڑبڑاہے
جو سچ کہتے ہوئے ڈرنے لگے ہیں



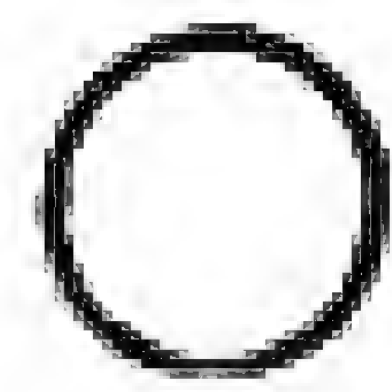
ظلم ہر روز مرے دل پہ نیا ہوتا ہے
کیا یہی میری محبت کا صلا ہوتا ہے

میری پلکوں پہ لرزتے ہوئے تارے ہیں گواہ
دل کی دھڑکن میں فقط تو ہی چھپا ہوتا ہے

گردشِ دہر میں یوں مجھ کو اکیلا چھوڑا
کوئی اپنوں سے بھلا ایسے جدا ہوتا ہے

جن کناروں پہ نکھرتا ہے خموشی کا ظلم!
ان کے دریاؤں میں سیلاب چھپا ہوتا ہے

جیسے آسیب زدہ ہوتا ہے خالی کمرہ
زہن تنہا بھی یونہی دایم بلا ہوتا ہے



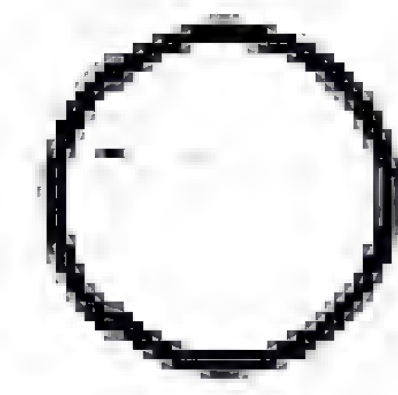
بہت دنوں سے وہ نظریں وہ التفات نہیں
مری حیات میں اب رونقِ حیات نہیں

ہر ایک موج سے لڑنا ہماری عادت ہے
تکے جو دور سے ساحل وہ اپنی ذات نہیں

تمہاری یاد تمہارا خیال خوب سہی
تمہاری ذات مگر روح کائنات نہیں

مرا مزاج ہے ممنونِ گردشِ ایام !
سکوں ہو جس کی طلب وہ مری حیات نہیں

نہ درد و غم کا نہ شکوہ جفا کا ہے مجھ کو
مائلِ عشقِ نئی تو یہ کوئی بات نہیں



جن سے قائم تھی عظمت پرواز
دھند میں کھو گئے وہی شہباز

زندگانی تو آزمائش ہے
آئیں گے راہ میں نشیب و فراز

دل پکارا تجھے سرِ محفل
کیوں نہ پہنچی تجھے مری آواز

سن نہ پایا جو درد کی آواز
کیا اُسے ہو شعورِ نغمہ و ساز

ہم تو اس زندگی سے بھر پائے
عمر تیری خدا کرے ہو دراز



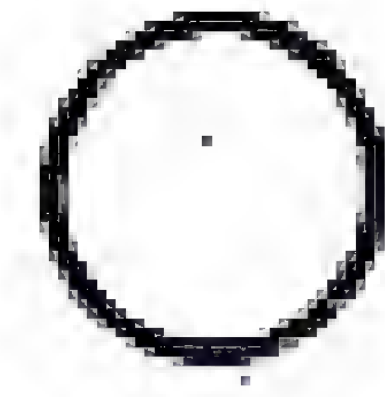
آپ كے ظلم كا حساب نهئس
اور مرے ضبط كا جواب نهئس

پاس تشنه لبوں كى بجھ جائے
چشم ساقى مىں وه شراب نهئس

منكشف تجھ پہ كس طرح كر دىں
دل همارا كوئى كتاب نهئس

آپ كو چھوڑ كر كهائى جائىں
هم كهئس بهى تو بارىاب نهئس

تلخ راتوں كا زهر هے مجھ مىں
مرے ساغر مىں آفتاب نهئس



حصارِ تنگ میں قیدِ نگارِ شب رکھے
صراحی جامِ نشہ محفلِ طرب رکھے

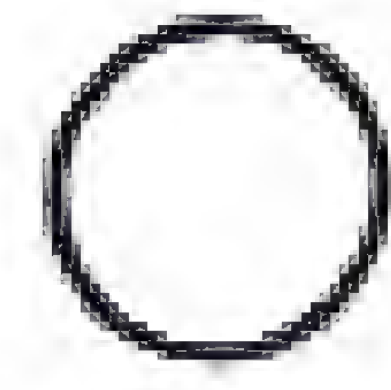
نہ درمیانِ غرض ہو کوئی نہ اندیشہ
جو ہم سے ربط ہو رکھنا تو بے سبب رکھے

فریبِ عشق بنا باعثِ جلا وطنی
غریبِ شہر کو ہرگز نہ بے ادب رکھے

حیاتِ مثلِ وفا ساتھ چھوڑ جاتی ہے
امر ہوں جو انہی لمحات کی طلب رکھے

زبانِ شوق کو اذنِ نوا سے مت روکیں
پیامِ درد کو بھی مثلِ مہرِ لب رکھے

فقط رقیب پر یہ بارشِ عنایت کیوں
بھرم ہمارا بھی واللہ کچھ تو اب رکھے



میرے قلمت کدے سے رات چلے
جب وہ مہتابِ کائنات چلے

بادلوں میں سفر کی خواہش تھی
بن کے خوشبو ہوا کے ساتھ چلے

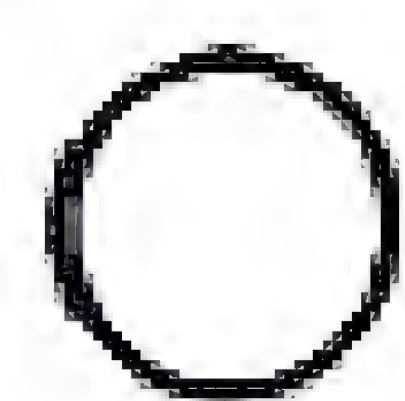
دورئی بزم بے سبب تو نہیں
جانے کس وقت اپنی بات چلے

وہ مسافر نواز ایسا ہے !
جس قدر بھی ہو سب کے ساتھ چلے

مرنے والوں کی یہ تمنا تھی
ہاتھ تھامے ہوئے حیات چلے

اپنی دنیا میں ہم اکیلے ہیں
کیا جو کوئی ہمارے ساتھ چلے

وہ جو ٹھہرے تو وقت رک جائے
وہ چلے ساری کائنات چلے



وہ تو اس طور اس ادا سے رہے
جیسے ہم سے بہت خفا سے رہے

تھے وہ شہرہ رگ سے بھی قریب کہیں
جو بظاہر بہت جدا سے رہے

جو مرے زخمِ دل کا باعث ہیں
دیکھئے کیسے پارسا سے رہے

آہی جائے گا بندگی کا شعور
آپ یونہی اگر خدا سے رہے

وہ تو مثلِ سکوتِ شام ملے
ہم بھی اک سازِ بے صدا سے رہے



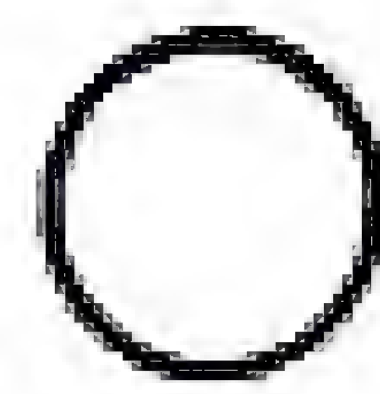
اشک آنکھوں میں لرزاں ہوئے ہیں
ان سے پھر عہد و پیاں ہوئے ہیں

کیسا دورِ جنوں آگیا ہے !
در بھی دیوارِ زنداں ہوئے ہیں

ہم جو نکیہ کریں بھی تو کس پر
معتبر، دشمنِ جاں ہوئے ہیں

رونقوں کے رہے جن کے چہرے
شہر وہ کیسے ویراں ہوئے ہیں

آج موسم نے بھی ساز چھیڑا
آج ہم بھی غزل خواں ہوئے ہیں



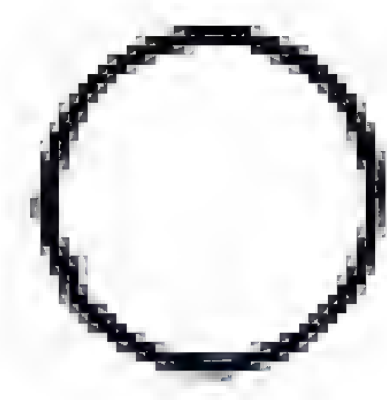
جبکہ ہر شام کا سویرا ہے
میرے گھر کس لئے اندھیرا ہے

زندگی موت بن گئی میری
جب سے سانسوں میں زہر تیرا ہے

اب کسی طور بھی فرار نہیں
کن فضاؤں نے مجھ کو گھیرا ہے

روشنی کر سکو تو کیا کہنا !
زندگی میں بہت اندھیرا ہے

ہم کو کانٹوں میں پھینکنے والے
شاخِ گل پر ترا بھیرا ہے



چمن میں پھول اب کھلتے کہاں ہیں
جو زخمِ دل گھلیں ملتے کہاں ہیں

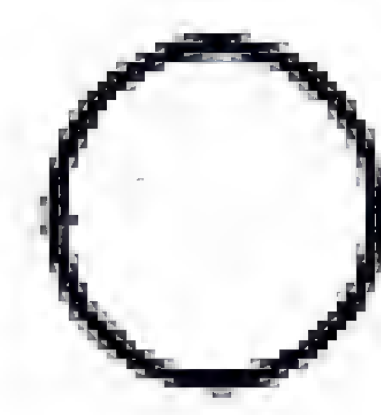
اکیلے چل پڑے اے دل یہاں ہم
سفر میں ہمسفر ملتے کہاں ہیں

ستم کچھ اور بھی فرمائیے گا ؟
جو ہم پر آج کل یوں مہرباں ہیں

کبھی شکوہ کیا تھا پتھروں سے
مگر اب اہلِ دل سے بدگماں ہیں

مجھے یا رب حیاتِ مختصر دے
کہ مرے ساتھ لاکھوں دردِ جاں ہیں

وہ جن کو قدرِ آزادی بہت ہے
وہی طائرِ اسیرِ آشیاں ہیں



ہم کو حسرت ہے اک زمانے سے
تم بھی روٹھو کسی پہانے سے

رنگِ محفل ضرور بدلے گا
مرے جانے سے ان کے آنے سے

کتنی یادوں کی لو بھڑک اٹھی
صرف اک تجھ کو بھول جانے سے

آگ شعلہ دھواں نہ چنگاری
فائدہ کیا ہے دل جلانے سے

دل ہو ویراں تو پھر مکانوں کا
حسن بڑھتا نہیں سجانے سے

آپ کا ساتھ کیا ہم کو
دور ہم ہو گئے زمانے سے



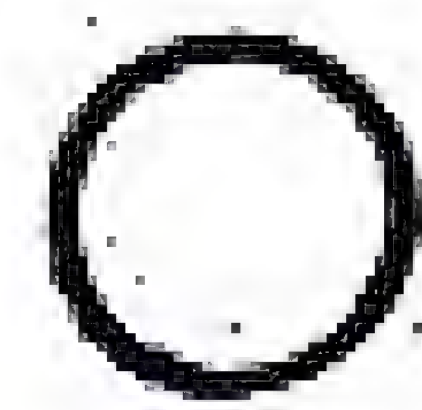
زندگی وقت کا عذاب ہوئی
اپنی تو ہر خوشی بھی خواب ہوئی

اتنا سیلاب اشک آنکھوں میں
کشتی دل بھی زیرِ آب ہوئی

پھر قدم سوئے دوستان پہنچے
دل کو پھر خواہشِ سراب ہوئی

جس نظر میں تھی نرمی شبِ بنم
اک لمحے میں آفتاب ہوئی

صبح اک جیسی شام اک جیسی
زندگی علم کا نصاب ہوئی



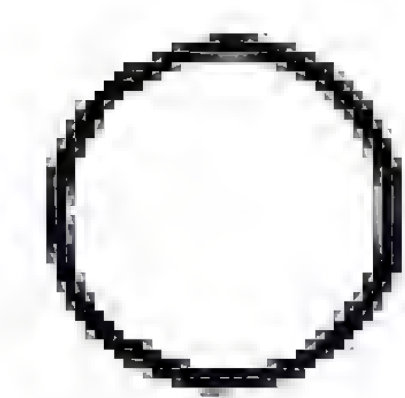
کسی کا ساتھ یوں سفر کے درمیان مل گیا
شکستہ کشتیوں کو جیسے بادبان مل گیا

دیارِ غیر میں صدائے طائرانِ کم سخن
تھکے مسافروں کو جیسے سائبان مل گیا

تمہارا ساتھ کیا ملا جہانِ ہست و بود میں
زمین کی پستیوں کو جیسے آسمان مل گیا

قدم جو میرے روک لے یہ وقت کی مجال کیا
میں گامزن ہوئی تو یوں کہ کاروان مل گیا

قدم ٹھٹھک کے رک گئے نظر جھجک کے رہ گئی
دیارِ غیر میں جو ایک مہربان مل گیا



ہم نے چاہا بہت مگر نہ ہوئے
لوگ آمادہ سفر نہ ہوئے

جن کو اپنی خبر کبھی نہ ہوئی
وہ کبھی ہم سے بے خبر نہ ہوئے

جن کی شاخوں پہ بچپنا جھولا
آج گلشن میں وہ شجر نہ ہوئے

اوڑھنی ان کے سر پہ کیا رکتی
جن کینوں کے اپنے گھر نہ ہوئے

اُن سے مٹی تو نم ہوئی گھر کی

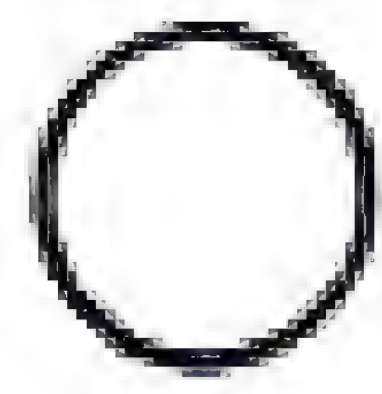
اپنے رہنے کو اک مکان تو ہے
یہ بھی کیا کم ہے در بدر نہ ہوئے

ان کی پرواز کی بلندی کیا
جن پرندوں کے اپنے پر نہ ہوئے

جن کی خاطر کیا تھا عزم سفر
وہی احباب ہمسفر نہ ہوئے



مجھے دریچہ زنداں سے دیکھ لینے دو
کہ سازگار ہے کتنی ترے چمن کی فضا



یوں رُوبرُو کسی کو اچانک جو پا گئے
سب موسموں کے رنگ نگاہوں میں آ گئے

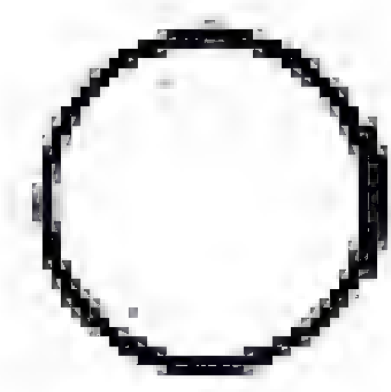
یہ کس طرح ہوا کہ نظر تو مچکی رہی
اور وہ ہمارے دل کے بھی راز پا گئے

پت جھڑ میں زندگی کے بھی تو پھڑ گئے
وہ لوگ اب کہاں جو کبھی دل کو بھا گئے

جو لوگ منزلوں کے بہت ہی قریب تھے
وہ لوگ اپنے گھر سے بہت دور آ گئے

موسم کا حسن جب مرے دل میں اُتر گیا
سادن کسی کی یاد کے آنکھوں میں آ گئے

یہ شبِ بزمی ہوا یہ مہکھی ہوئی فضا
اس جانِ ناتواں پہ عجب ظلم ڈھا گئے



کاوش مستقل بھی نے کی
لاج رہ جائے اس سفینے کی

شیشہ دل پہ سنگباری ہے
خیر ہو میرے آگینے کی

بربریت کی یہ مثال کہاں
آدی سے جو آدی نے کی

جوہری ناشناس ہو جائے
تو کہاں قدر ہے جھگینے کی

دل محبت بھرا نہ ہو جس میں
کیا ضرورت ہے ایسے سینے کی



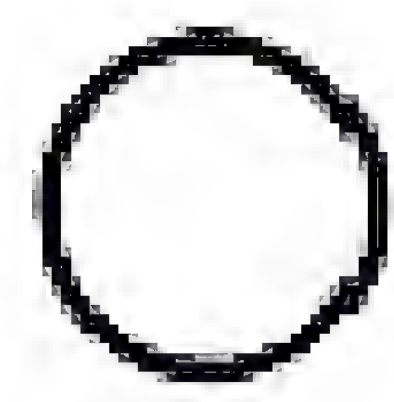
میں تیرے دل میں رہوں یا تری نظر میں رہوں
جو یہ نہ ہو تو فقط تیری رگنڈر میں رہوں

جہاں نہ صبح کا امکاں نہ شام کا خدشہ
میں قیدِ وقت سے آزاد اس سفر میں رہوں

جو مجھ سے بات ہو واضح ہو صاف ہو سچ ہو
نہیں مجھے یہ گوارا اگر مگر میں رہوں

مزا سفر کا رہے کیا جو پیچ و خم نہ ملیں
میں جب تلک بھی رہوں راہ پر خطر میں رہوں

میں بن کے امیر کا پیغمبر اپنے گھری نہیں
ہر ایک قریہ ہر اک دیں ہر گھر میں رہوں



چاک دامان ہیں تیرے سودائی
وحشتِ دل کہاں پہ لے آئی

کو بکو بات پھیل جائے گی
یوں اگر تم نے کی پذیرائی

ایک دیرینہ آشنائے کرم
آج ہے منکرِ شناسائی

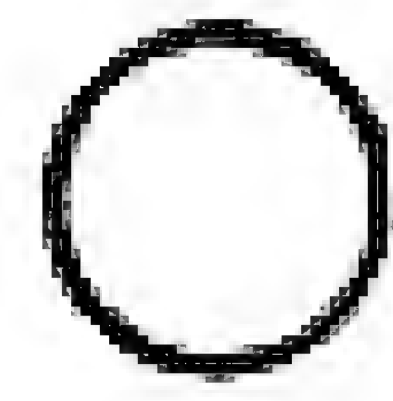
آئینہ دیکھ دیکھ جنتے ہیں
خود تماشا ہیں خود تماشائی

جب سے تھا کسی کے ہاتھوں نے
کب رہا مجھ کو خوفِ رسوائی

پتھروں کے بھی دل دھڑکنے لگے
کام آہی مگنی جہیں سائی

وہ بھی ہیں بٹلائے دردِ وفا
تھا جنہیں دعویٰ مسیحائی

عمر بھر کے لئے ہوئے باہم
ایک میں ایک میری تنہائی



دل کو پھر بے قرار ہونا تھا
اور بے اختیار ہونا تھا

جن کو جاں سے عزیز رکھا تھا
ان کو مشیتِ غبار ہونا تھا

زیبِ دامانِ دوست ہیں وہ گل
جن کو وقفِ بہار ہونا تھا

کیا نشہ ہے کہ ہوش باقی ہے
کچھ تو مے میں خمار ہونا تھا

دشتِ دل میں تیری محبت کا
اک شجر سایہ دار ہونا تھا

دل کا کانٹہ نہ رکھ سکے کورا
کچھ تو نقش و نگار ہونا تھا

ان کے چہروں پہ زرد موسم ہے
جن کو رشکِ بہار ہونا تھا

کیا شکایت کریں زمانے سے
اپنی قسمت میں خوار ہونا تھا

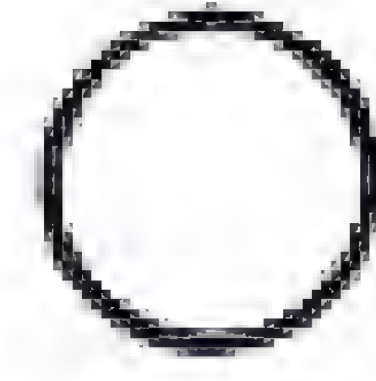
یہ مرحلہ شوق کہ آسان بہت ہے
جینے کے لئے ایک ہی ارمان بہت ہے

بہل کی طرح دل یہ تڑپتا ہے ہر اک پل
اے عشق ترا ہم پہ یہ احسان بہت ہے

پتھر کی طرح جس نے مجھے ماری ہے ٹھوکر
دعویٰ تھا اسے ہیرے کی پہچان بہت ہے

ہم کس کے لئے روئیں گے اور کس پہ نہیں مے
دل گردشِ دنیا سے پریشان بہت ہے

لغزش پہ برا آپ نہ شیطان کو کہیے
انسان کی گمراہی کو انسان بہت ہے



نہیں نہیں مجھے اس بات کا ملال نہیں
مرے نصیب میں وہ صاحبِ جمال نہیں

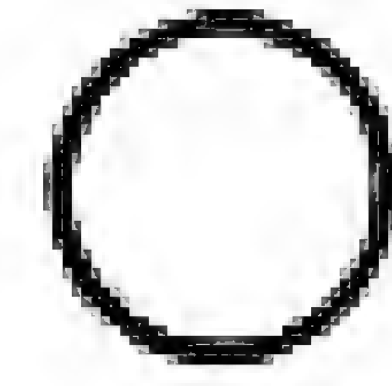
مجھے جو حسرت پرواز ہو تو کیونکر ہو
ہوا میں باز نہیں ہیں زمین پہ جال نہیں

ہرا بھرا ترا گلشن تو میں بھی تازہ ہوں
بغیر تیرے مجھے زندگی محال نہیں

جدائی جس کی شکستہ دلی کا باعث تھی
یہ کیا کہ اس کی رفاقت بھی نیک فال نہیں

جدا ہوا ہے کوئی آج مجھ سے یہ کہہ کر
کہ شاخِ ہجر پہ کھلا گلِ وصال نہیں

ملیں گے جب کبھی گردِ آبِ وقت سے نکلیں
کہ حسن و عشق تو پابندِ ماہ و سال نہیں



دل دھڑکنے کی صدا ہو جائے
زندگی کا آسرا ہو جائے

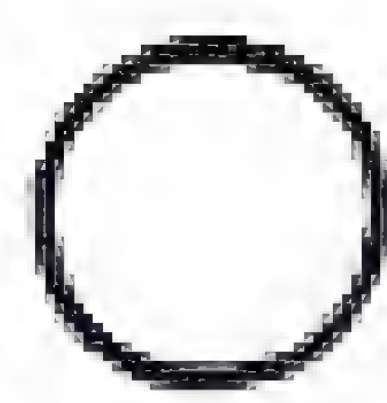
روشنی جب تک ہے میرا ساتھ دیں
رات بڑھنے پر جدا ہو جائے

آنے والی دُوریوں کا سوچ کر
جی میں آتا ہے خفا ہو جائے

زندگی کی آندھیوں کے روبرو
پیکر صبر و رضا ہو جائے

اپنی محفل میں بھرم رکھ لیجئے
مجھ سے خلوت میں خفا ہو جائے

بے وفائی کی ڈگر کو چھوڑ کر
لحہ لہہ بادشاہ ہو جائے



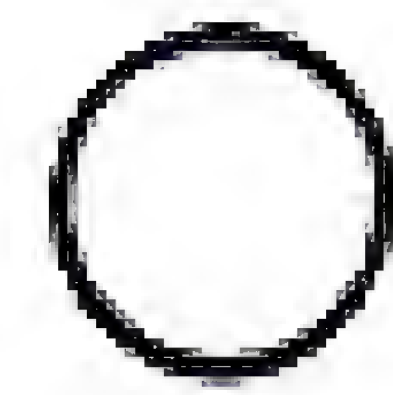
ہم بادلوں کے ساتھ ہوا میں سفر کریں
پھر طائروں کے سنگ فضاؤں کو سر کریں

ایفائے عہد ہم سے ہی ممکن نہ ہو سکا
ورنہ وہ جس سے بات کریں معتبر کریں

شاید یونہی بڑھے کوئی امکان ہم رہی
ہم ورنہ اپنی خاک کو کیوں در بدر کریں

رک جائے گر یہ آخری تارہ ہیں کہیں!
تم سے بھی گفتگو کوئی وقتِ سفر کریں

زخموں سے چور چور ہوئی ہوں میں ٹوٹ کر
کچھ تو مرا علاج میرے چارہ گر کریں



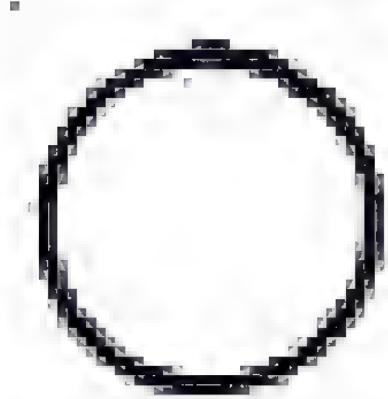
تم کبھی پھر نہ لوٹ کر آنا
رہنڈر سے مری گزر جانا

فاصلہ تم میں اور منزل میں
ہو مگر تم ذرا نہ گھبراتا

وقت مجھ کو پہا کے لے جائے
اور تم سوچتے ہی رہ جانا

خوب آتا ہے تم کو اے ہدم
اپنی ہر بات سے مگر جانا

لحہ لحہ سیٹھا میرا
اور تیرا بکھر بکھر جانا



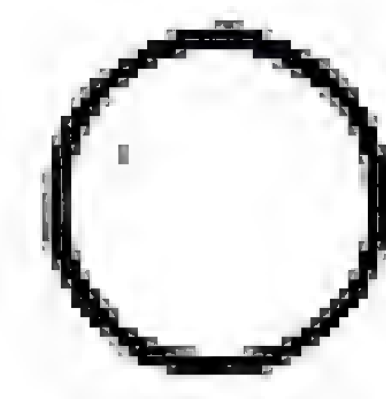
فلک کی رفعتوں کو چھونے والو
زمین پر پاؤں تو اپنے جما لو

بہت روشن دیارِ دل رہے گا
وفا کی تم اگر شمعیں جلا لو

بکھر جاؤں نہ لحوں کے بھنور میں
مجھے گرداب سے اب تو نکالو

مجھے دیکھو محبت کی نظر سے
مجھے پھر بے رخی سے مار ڈالو

نہیں شیوہ تکلف دوستوں کا
مجھے جب چاہو محفل میں بلا لو!



وہ بکت ہے، بت کے سوا نہیں ہے
قسم خدا کی خدا نہیں ہے

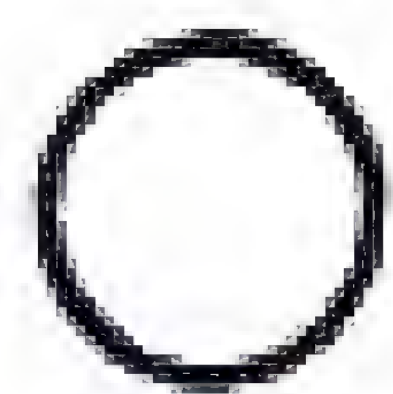
تغیر روز و شب تو دیکھو
جو آج ہے وہ سدا نہیں ہے

یقین ہوا جس کی دوریوں کا
جدا ہوا تو جدا نہیں ہے

بنے بھلا کس طرح وہ کندن
میری طرح وہ جلا نہیں ہے

ہمت ستایا ہے جس نے مجھکو
برا ہے پھر بھی برا نہیں ہے

وہ جس کو کہتے ہیں جام الفت
چکھا تو ہے بھر پیا نہیں ہے

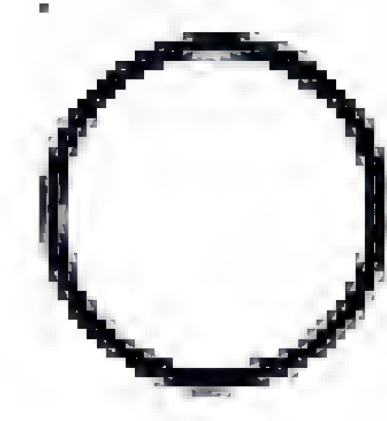


زبان بند رکھو، آنکھ کو گھٹا رکھو
جو دل میں بات اگر ہو کوئی چھپا رکھو

نہ جانے کونسا لمحہ تمہارا دشمن ہو
بساطِ وقت پہ مہروں کو تم جما رکھو

نہ جانے کب کسی ایمان کا سوال اٹھے
تم اپنے پاس خدارا کوئی خدا رکھو

یہ وقت مصلحتوں کا ہے کوئل جائیں
شکایتوں کو کسی روز پر اٹھا رکھو



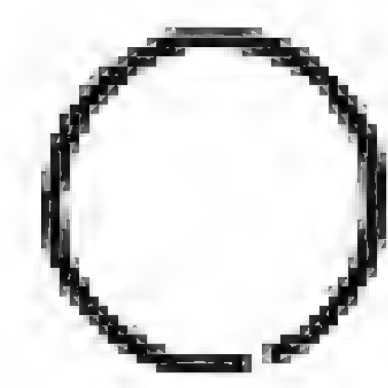
غورِ عشق کو ایسے نہیں گنونا ہے
وفا کے نام پہ آنسو نہیں بہانا ہے

وہ جب تلک نہ ملا تھا جہاں تھا بیگانہ
وہ ساتھ ہے تو مرے ساتھ اک زمانہ ہے

چمن میں تیز ہواؤں کی شوخ رفتاری
گلوں کے ڈال سے مرنے کا اک بہانا ہے

ڈگر پہ شام کی امید کا دیا لے کرا
چلے ہیں آج ادھر جس طرف ٹھکانا ہے

یہ اور بات کہ بروقت چاندنی چٹکی
مرا مزاج تو ویسے بھی عاشقانہ ہے



وہ جو سر کو جھکائے رکھتے ہیں
دل کسی سے لگائے رکھتے ہیں

کتنے ہنگامہ ہائے روز و شب
میرے دل کو لبھائے رکھتے ہیں

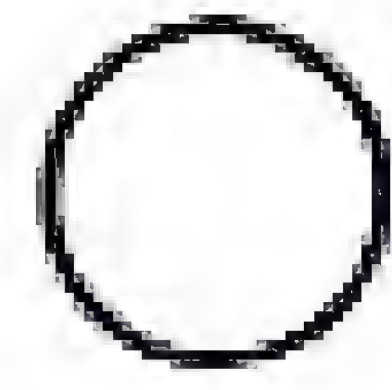
پھول سے لوگ تیری دنیا میں
بارِ دنیا اٹھائے رکھتے ہیں

ذات میں اپنی جو اکیلے ہیں
وہی محفل سجائے رکھتے ہیں

ہم سے سادہ صفات مصلحتاً
ساکھ اس کی بنائے رکھتے ہیں

موت کی نیند سو چکے ہیں جو
ان کی یادیں جگائے رکھتے ہیں

کس قیامت کے ہیں یہ اندیشے
اک قیامت اٹھائے رکھتے ہیں



دل کو تجھ پر جو اعتبار ہوا
اپنے ہر اک نفس سے پیار ہوا

ہر کوئی حال پوچھنے آیا!
اک زمانہ ہی راز دار ہوا

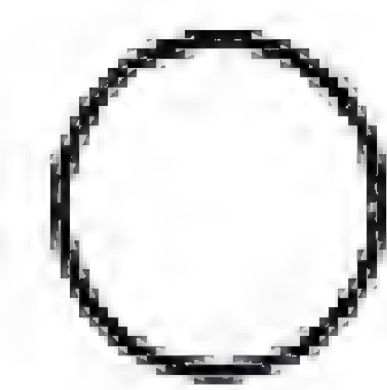
اس کے گلشن میں جو بھی پھول کھلا
ریشمِ رنگینی بہار ہوا

خوب دیدوروں کی بن آئی
حسن جب تیرا آشکار ہوا

اس کی جھولی خوشی سے بھر جائے
تیری خاطر جو غمگسار ہوا

کتنے دامن خراب ہو کے رہے
ایک دامن جو دانداز ہوا

چھین کر مجھ سے میرا صبر و قرار
کس قدر وہ بھی بیقرار ہوا!



محبّتوں کے سلسلے عجیب، سے عجیب تر
یہ قربتیں یہ فاصلے عجیب سے عجیب تر

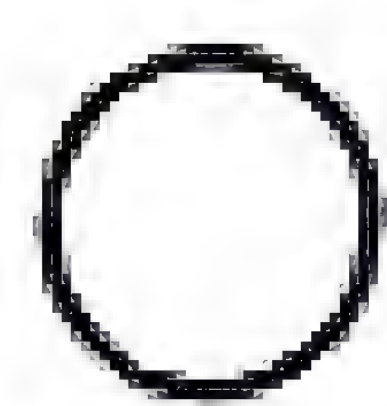
نہ ہم کسی کے ہو سکے نہ وہ کسی کا بن سکا
یہ زندگی کے مرحلے عجیب سے عجیب تر

نہ اس کی ابتدا کوئی نہ اس کی انتہا کوئی
نگاہ و دل کے سلسلے عجیب سے عجیب تر

بساطِ دل پہ ہار بھی انہی کی اور جیت بھی
ہیں اہلِ دل کے حوصلے عجیب سے عجیب تر

جہاں سے ہم چلے اسی مقام پر ہیں آج تک
یہ روز و شب کے سلسلے عجیب سے عجیب تر

محبّتوں کے کھیل میں جو قربتیں عجیب ہیں
تو درمیاں ہیں فاصلے عجیب سے عجیب تر



وہ ایک شخص جو مجھ سے ملا تھا عجلت میں
ہوں آج تک میں اُسی شخص کی محبت میں

یہ جان کر نہ ہوئی احتیاطِ دل مجھ سے
زیاں بہت ہے کسی چیز کی حفاظت میں

وہ اختتامِ سفر پر نہ میرے ساتھ رہا
چلا تھا دُور تلک جو مری رفاقت میں

کسی کی ذات سے وابستگی نہیں اچھی
میں جان بوجھ کے ہوں بتلا ازیت میں

وہ جس کی ایک نظر سے صفائی ممکن تھی
وہ مجھ سے دور ہوا ہے عبثِ ندامت میں

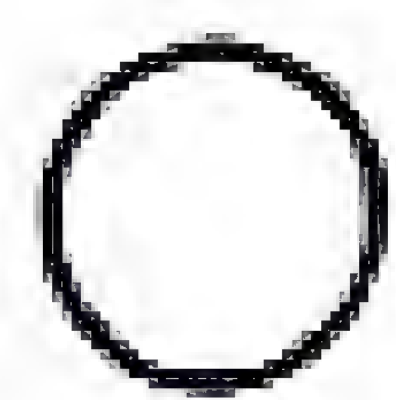
وہ جب بھی ملتے ہیں بیمار بن کے ملتے ہیں
مزانج پوچھ لیا تھا کبھی مرّت میں

جبینِ نازِ درِ آستان سے اٹھ نہ سکی
مزا کچھ ایسا ملا ہے تیری عبادت میں

وہ روزِ حشر کے وعدے پہ ہو گیا رخصت
یہ سوچ کر کہ کہاں ہوں گے ہم قیامت میں



مرے لئے بھی کوئی سوچتا ہے دنیا میں
یہ بات میرے لئے انکشاف ہے لوگو!



اور دل کو ملال ہوتا ہے
جب وہ پُرساںِ حال ہوتا ہے

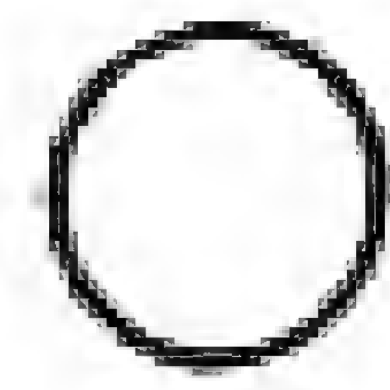
جان آتی ہے جانکنی میں بھی
اتنا رعبِ جمال ہوتا ہے

چینیوں کے بھی پر نکلے ہیں
اوج کو جب زوال ہوتا ہے

جاوداں زندگی اُسی کی ہے
جو بھی صرفِ کمال ہوتا ہے

جذبہ شوق میں جو کامل ہے
وہی سچا بلال ہوتا ہے

اس کو اپنی خبر نہیں ملتی
جس کو تیرا خیال ہوتا ہے



جس قدر مضطرب سمندر ہے
اُتنا طوفان میرے اندر ہے

جس کی تصدیق آسمان نے کی
کٹھ ارض پہ وہی گھر ہے

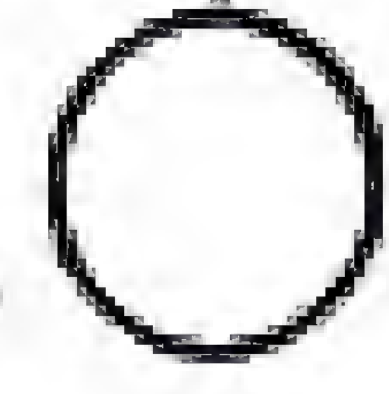
آتی جاتی رُتوں سے مجھ کو کیا
میرے اندر جو ہے وہ باہر ہے

اس کو کیونکر ہو لذتِ آزار
جس کا آزار ہی مقدر ہے

ریت پر گھر بنا کے کہتا ہے
یہ تمہارا میرا نیا گھر ہے

دل کی مسجد میں پاؤں رکھا ہے
کلمہ شوق مجھ کو ازیر ہے

پھر طوافِ دل و نظر کیجئے
کہ عبادت یہ سب سے بہتر ہے



سکوتِ شب میں چراغِ سحر جلا تو کیا
پیامِ زیتِ سرِ مرگ اگر ملا تو کیا

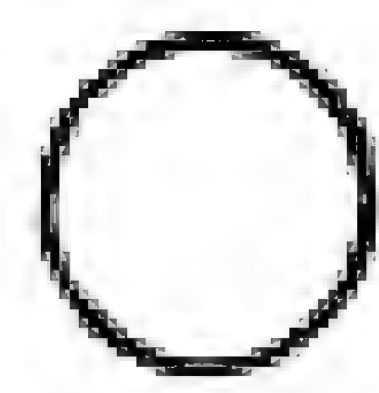
ہمارا ساتھ کسی طور بھی نہیں ممکن!
وہ میرے ساتھ مرے گھر تک چلا تو کیا

ہے میرے ساتھ مری عمر بھر کا سناٹا
جو شورِ گرمیِ محفل مجھے ملا تو کیا

صدائے دل کی نہ دستک سنی کبھی جس نے
وہ در ہے آج ہمارے لئے کھلا تو کیا

جو نبضِ جاں کا ہر اک کھیل جیت جاتا ہو
تکلیفِ دل تو اُسے سوپ کے چلا تو کیا

نہ جس کی مانگ نہ خواہش نہ آرزو نہ طلب
چمن میں پھول اک ایسا اگر کھلا تو کیا



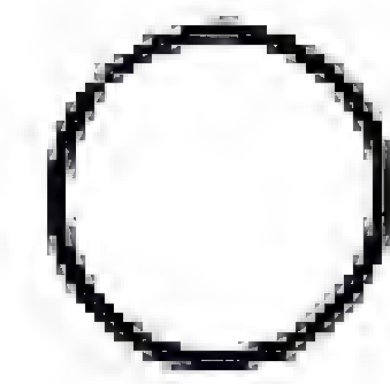
جو بھی آپس میں وفا بانٹتے ہیں
وہ محبت کی سزا کاتے ہیں

جن کا حق فصلِ گلستان پہ نہیں
شاخ سے پھول وہی چھانٹتے ہیں

جنبشِ لب نہیں ممکن ہو جہاں
آنکھوں آنکھوں میں وہاں ڈانٹتے ہیں

عمر کاٹی تھی طلب میں جن کی
اب وہ لمحات ہمیں کاتے ہیں

درد و غمِ فکر و پریشانی
لوگ سوچاتے ہی بانٹتے ہیں



اب اہتمامِ حُسن کی عادت نہیں رہی
وہ مل گیا مجھے تو رفاقت نہیں رہی

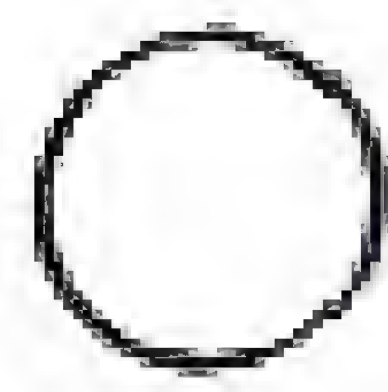
تھی جس سے انتقام کی خواہش تمام عمر
وہ رو برو ہوا تو عداوت نہیں رہی

سمجھائے تھے جس کی جدائی کو جاں گسل
وہ دور ہو گیا تو قیامت نہیں رہی

ناکام لوٹ آئیں سرے در سے گردشیں
مجھ کو غمِ حیات کی فرصت نہیں رہی

اس چشمِ التفات کے معنی تو یہ ہوئے
پہلی سی ہم سے آپ کو نسبت نہیں رہی

اس دورِ بہت پرست میں انساں شریف تھے
اب دور ہے جدید شرافت نہیں رہی



زندگی رائیگاں گنوائیں کیوں
جو نہ اپنا ہو اس کو چاہیں کیوں

اجنبی سائے کے عاقب میں
اپنی ہستی کو ہم مٹائیں کیوں

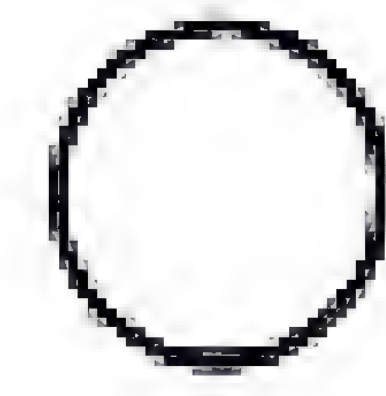
امتحانِ وفا کے دھوکے میں
روزِ ہم خود کو آزمائیں کیوں

کیوں سلگتے رہیں کسی کے لئے
برف میں آگ ہم لگائیں کیوں

جس کو ماتے نہیں خدا اپنا!
دل میں ایسا صنم بسائیں کیوں

فکرِ فردا میں ہم سے دانشمند
اپنے امروز کو گنوائیں کیوں

حق بجانبِ بھوکہ بھی اور میں بھی
درمیاں میں کسی کو لائیں کیوں



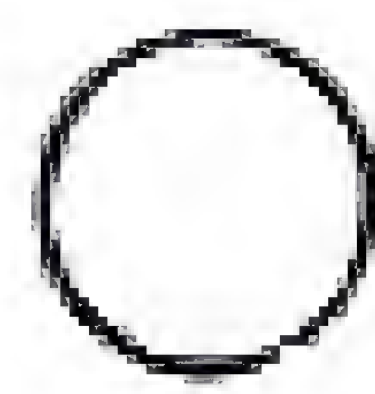
اظہارِ جذبِ دل سے جو معذور ہو گئے
وہ لوگ زندگی سے بہت دور ہو گئے

جن کو تمہارا قُرب میسر ہوا وہ لوگ
کیوں دیکھتے ہی دیکھتے معذور ہو گئے

ترکِ وفا کا ہم میں بہت حوصلہ تو تھا
پر بات ہی کچھ ایسی تھی مجبور ہو گئے

شیشے کی کرسیوں سے سجائی جو رہگذر
پاؤں ہمارے زخموں سے پھر چوڑ ہو گئے

دیدارِ دوست کی جو کسی دل نے چاہ کی
موسیٰ ہوئے کئی تو کئی طور ہو گئے



درد جب حد سے گزر جاتا ہے
اور جینے کا مزا آتا ہے

آپ میں بات ہی کچھ ہے ورنہ
کوئی کب دل کو مرے بھاتا ہے

جو امیری کے شجر کے سائے
پل گیا ہے وہی ان داتا ہے

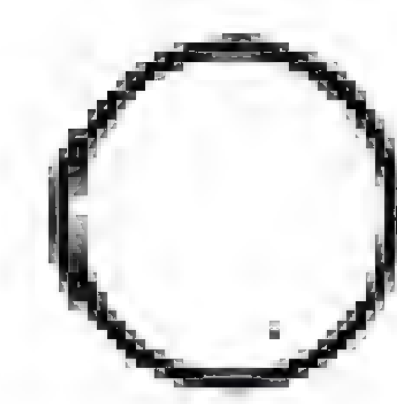
ہم کوئی نہیں جس رشتے کا
آپ سے میرا وہی ناتا ہے

ایک اسٹیج ہے دنیا جس میں
کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے

رہنڈر زیت کی سنسان بہت
دل بھی اکثر میرا گھبراتا ہے

جس کی پردیس میں شنوائی ہو
وہ کہاں لوٹ کے گھر آتا ہے

شب کو دامن میں ستارے بھریں
صبح ہر خواب بکھر جاتا ہے



کوئی جب یاد کا خنجر اُتارے
مرے اندر کا سناٹا پکارے

گھٹا کالی، اُجالا یاد اس کی
دو روزہ زندگی کے سہارے

گھلے آکاش کے نیچے سمندر
درپچوں میں کہاں ایسے نظارے

ہوا منجھدھار سے جو بھی گریزاں
اسی کی تاؤ ڈوبی ہے کنارے

یہ کیا ہے ترا انصاف مولا!
خوشی اس کی تو سارے غم ہمارے

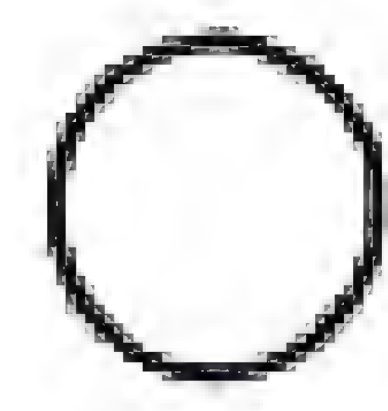
مجھے یاد آئیں وہ لبریز آنکھیں
فلک پہ جب کریں جھلمل ستارے

چلے تو ہیں سرِ مژگاں سے لیکن
کہاں جا کر تھمیں گے اب یہ دھارے

اُسے حاصل ہو کیونکر سربلندی
جو راہِ زندگی میں بول ہارے



جوشِ جنوں میں ہم نے تو بس کام یہ کیا
بزمِ عدو میں نام بہ آواز لے لیا!



فیصلے قسمت کے ایسے ہو گئے
جب کبھی آئی سحر ہم سو گئے

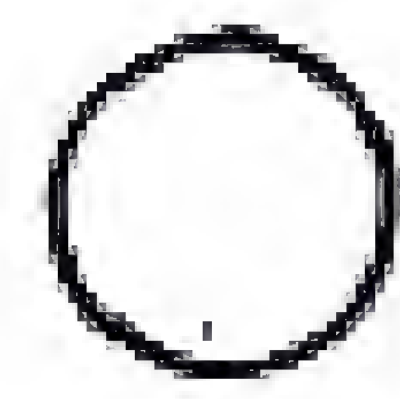
محفلِ یاراں میں اکثر یہ ہوا
ہم وہاں پہنچے تو اٹھ کر وہ گئے

کیا انہیں جذبِ وفا کی قدر جو!
نفرتوں کے بیج دل میں بو گئے

جن کو زعمِ پاس خودداری رہا
داغِ دل وہ آنسوؤں سے دھو گئے

کتنے چہرے کتنی آوازیں ہیں جو
کل تھے حاضر آج ماضی ہو گئے

نہند اکثر یوں بھی ہم کو آگئی
آکھ تک جھپکی نہیں ہم سو گئے



وقت سے میں نے انتقام لیا
زندگی بھر نہ تیرا نام لیا

گردشِ روز و شب نے جی بھر کر
ناتواں جی سے انتقام لیا

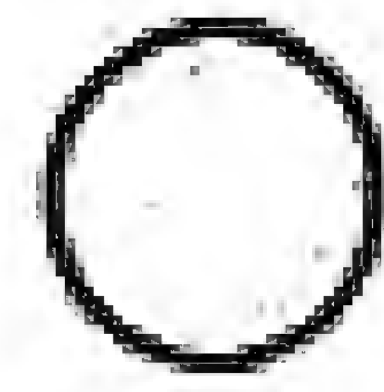
لس پا کر کسی کی یادوں کا
دامنِ صبر میں نے تھام لیا

شرم سے بدلیاں ہوئیں پانی
ہاتھ میں جونہی میں نے جام لیا

بزم میں تم ٹھہر نہ پاؤ گے
جو نگاہوں سے میں نے کام لیا

میرے پندارِ شوق نے لوگو!
مجھ کو ہر اک قدم پہ تھام لیا

رعا اس تک پہنچ گیا
دل نے جب بھی نظر سے کام لیا



جب بھی وہ مثلِ صبا جائے ہے
جذبہ شوق بردھا جائے ہے

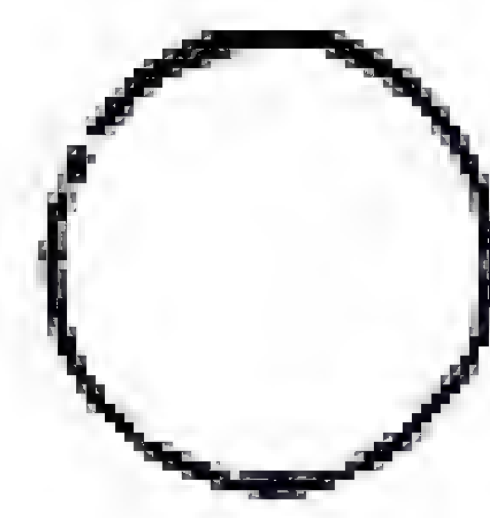
عقل جس چیز سے روکے رکھے
دل اسی سمت کھنچا جائے ہے

منتظر وہ تو بہت ہے کہ نے
ہم سے ہی کچھ نہ کہا جائے ہے

جب بھی دل سازِ محبت چھیڑے
گیت دھڑکن میں سنا جائے ہے

بات جب ہوتی ہے سرگوشی میں
دور تک اس کی صدا جائے ہے

ٹارسٹوں کی رسائی ہے وہاں
کیوں نہ پھر اپنی دعا جائے ہے



راہ کی گردِ سفر ہم پہ اڑاتے کیوں ہو
شوقِ منزل جو نہیں پاؤں اٹھاتے کیوں ہو

پابہ جولان ہی سہی رقص تو کرتے ہم بھی
جشنِ اغیار ہو برپا تو چھپاتے کیوں ہو

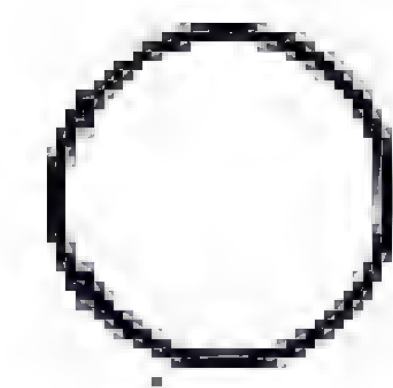
جنسِ ثایاب ہے کیا بے ارزاں ہے پھر
دولتِ عشقِ سرعام لٹاتے کیوں ہو

تم مرے جذبہ بے لوث کو اک ٹھوکر سے
پاؤں کی خاک کے مانند اڑاتے کیوں ہو

کس کو مظلوم کی آواز سنائی دے گی
قریب سنگ میں آواز اٹھاتے کیوں ہو

ایک مجرم کی طرح تم بھی کٹہرے میں کھڑے
منصف وقت پہ الزام لگاتے کیوں ہو

اک مرے دم سے ہو آباد تمہارا یہ دل
ہر ملاقات پہ یہ بات جہاتے کیوں ہو



وصل کی ہر گھڑی قلیل رہی
ہجر کی شب بڑی طویل رہی

ابرِ باراں سے بے نیاز رہے
چشمِ سیلاب خود کفیل رہی

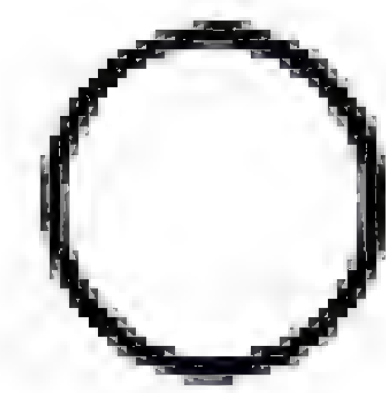
پاس ہر تشنگی کی جس سے بجھے
وہ تیرے پیار کی سبیل رہی

جس کی تاریکیوں سے خائف تھے
شب وہی یلتہ الجلیل رہی

جسم شادابی بہار رہا!
روح لیکن سدا علیل رہی

دشتِ نفرت میں پیار کی اک بوند
میری سچائی کی دلیل رہی

فیصلہ مل کے ہی خلاف رہا
عقل جب تک مری وکیل رہی



دشت ویراں میں کوئی یار ملے
دھوپ میں سایہ دیوار ملے!

ہائے وہ لوگ کہ جو محفل میں
آپ اپنے سے بھی بیزار ملے

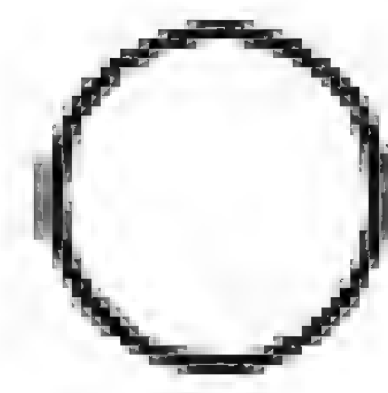
آپ سے دل کا تعلق ایسا
جیسے بیمار سے بیمار ملے

ہاتھ میں تیغ نہ خنجر لیکن
ہر کوئی برسرِ پیکار ملے

اس کی ہستی کو سلامِ عزت
اپنی ہستی کا جو مختار ملے

دل کی بازی بھی نرالی بازی
جیت اس کی ہو جسے ہار ملے

پھر تو دنیا کا خدا ہی حافظ
آپ سے ہم سے جو دوچار ملے



آسودگی فکر کا سماں نہیں ہوتا
آئینہ مجھے دیکھ کے حیراں نہیں ہوتا

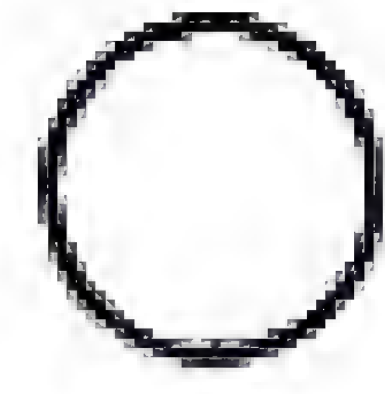
گلشن میں جواک پھول بھی کھل جائے بہت ہے
احساسِ لطافت بھی ویراں نہیں ہوتا

سودائے محبت میں ہوا جس کا خسارہ!
ہاتھوں سے جدا اس کے گریباں نہیں ہوتا

آزار کی لذت ہمیں ایسی ہے کہ مل جائے
وہ درد کہ جس درد کا درماں نہیں ہوتا

قدموں کے نشان جس میں نہ منزل کا تعین
ایسے کسی قصے کا تو عنوان نہیں ہوتا

آنکھوں میں بسا ہو نہ اگر پر تو جاہل
دل میں تو کبھی اس کے چراغاں نہیں ہوتا



نہیں ہے سہل مری بات سے مکر جانا
تمہارے اشک کھو میں نے سدا گہر جانا

کبھی جو ترکِ محبت کا حوصلہ پانا
تو ایکبار گلی سے مری گزر جانا

کوئی سمیٹ لے ہم کو تو پھر نہیں ممکن
ہمارا ٹوٹ کے ہر ایک سُو بکھر جانا

ہر ایک دور میں بس ایک مرحلہ تھا کٹھن
نظر بچا کے نظر سے تری گزر جانا

تو زیرِ سایہ ابر بہارِ گلشن ہے
نہیں عجب ہے خزاں میں ترا بکھر جانا

وہ آئینے میں کھڑے محوِ آئینہ ہوتا
اس آئینے کے مقدر میں ہے سنور جانا



کیوں سرِ شام دیئے گھر کے جلا دیتے ہو
کون آئے گا یہاں کس کو صدا دیتے ہو

تہمتِ عشق اٹھانے کو بہت سے ہوں گے
کس لئے مجھ کو ہی الزام ونا دیتے ہو

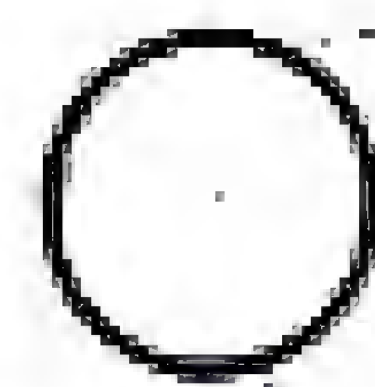
حرفِ بیکار اگر ہے تو مٹا دو دل سے
نام جو ریت پہ لکھ لکھ کے مٹا دیتے ہو

سادگی ہے یہ شرارت ہے کہ مکاری ہے
جو دے ہیں انہی شعلوں کو ہوا دیتے ہو

تم نے کیونکر یہ زمانے کی روش اپنا لی
جرم سے قبل ہی ملزم کو سزا دیتے ہو

ذکرِ رسوائی دل چھیڑ کے ہر محفل میں
میری شہرت کو بہر طور بڑھا دیتے ہو

میں نے اک بات جو کہہ دی تو قیامت گذری
تم جو ہر بات پہ اک حشر اٹھا دیتے ہو



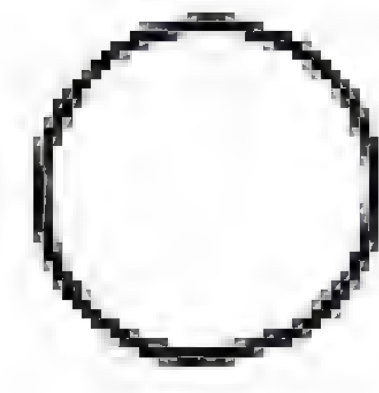
میری آنکھوں میں ایک تارا سا
ہے ترے غم کا استعارا سا

میری پلکوں پہ شبی قطرہ
ساری دنیا جہاں کا مارا سا

اپنے ہونٹوں پہ لازوال سی چپ
قول دل کا ہر ایک ہارا سا

جانے کیوں چل پڑا تمہاری طرح
وہ مرے ساتھ اک ستارا سا

میری آنکھوں میں تھا ازل سے ہی
ایک چہرہ بہت ہی پیارا سا



وہ جو اُمید سحر رکھتے ہیں
دُور اندیش نظر رکھتے ہیں

حوصلہ ہم میں نہیں پانے کا
ظرف کھونے کا مگر رکھتے ہیں

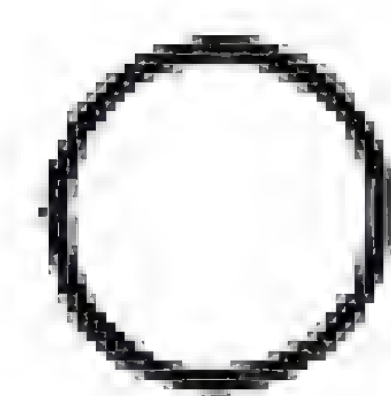
جو قدم نقش قدم پر جائیں
وہ کہاں اپنی ڈگر رکھتے ہیں

منزل شوق انہی کو حاصل
جو بہت ذوق سفر رکھتے ہیں

اشک آنچل پہ جو گرتے ہیں کبھی
ہم انہیں مثل گہر رکھتے ہیں

جل نہ جائے کہیں تیرا گلشن
ہم بھی آہوں میں اثر رکھتے ہیں

مسکراتے ہوئے ہونٹوں کی قسم
ہم تبسم میں شر رکھتے ہیں



ترا پیکر ترا سایا نہیں ہے
کوئی بھی تو ترے جیسا نہیں ہے

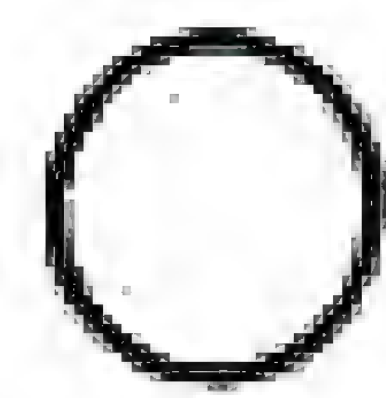
جو مگزرا ہے تری چاہت سے ہٹ کر
وہ میری زینت کا لمحہ نہیں ہے

سمندر میں ابھی ہیں کتنے طوفان
یہ ساحل کو بھی اندازہ نہیں ہے

ہے اک مبہم تصور میری ہستی
کسی نے اب تک سوچا نہیں ہے

گلہ ہے مگر تو بس اتنا ہے تجھ سے
کہ تو نے بھی مجھے سمجھا نہیں ہے

میری ہر سانس ہے تجھ سے عبارت
عبادت کا مجھے دعویٰ نہیں ہے



پھر کوئی در کوئی صدا مانگے
قلبِ مہجور ہمنوا مانگے

اسمِ جاں کے رموز پاتے کو
زندگی موت سے بقا مانگے

جانے کس کی نظر لگی اس کو
دردِ خود درد کی دوا مانگے

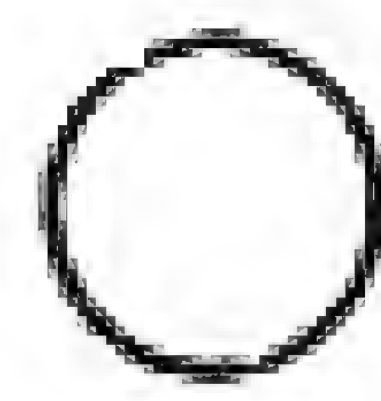
شہرِ مقتل کی بھگ گلیوں میں
آشتی امن راستا مانگے

ایک تیری وفا تیری چاہت
دل یہ جینے کا آسرا مانگے

ہو عطا اس کو رنج و غم ہی سہی
دل بھلا اور تجھ سے کیا مانگے

زندگی روگ جسم و جاں کا بنے
دور جب دور آشنا مانگے

جانے کس دل سے بددعا نکلے
جانے کب دل کوئی دعا مانگے



خضر سا راہ نما چاہتی ہوں
دورِ حاضر میں یہ کیا چاہتی ہوں

نشرِ طرز سے گھائل ہوں بہت
مرہمِ ناز و ادا چاہتی ہوں

کرجیاں بکھری ہیں رتے رتے
نقشِ گلرنگ نما چاہتی ہوں

ایک روزن میرے زنداں میں نہیں
میں عبثِ تازہ ہوا چاہتی ہوں

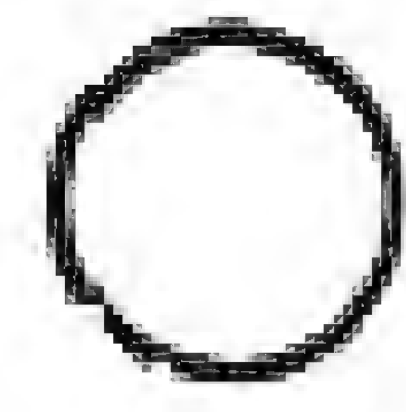
کارِ آسان ہے مشکل ہونا!
ان سے پھر عمدہ وفا چاہتی ہوں

حشر سامانی کا سامان بنے
گوشہ جاں وہ صدا چاہتی ہوں

جس سے ایوانِ فسرہ مہکیں
شہر میں ایسی فضا چاہتی ہوں

خوابِ لذت سے مسافر جاگیں
دشت میں بانگِ درا چاہتی ہوں

بے ثمر شاخِ بدن ہو تو ہو
روح میں پھول کھلا چاہتی ہوں



جب نہ دل مُتَغَلِّ محبت چاہے
کیا کوئی تازہ رفاقت چاہے

آپ فقدانِ مرّوت کئے اسیر
اور مرا اشکِ ندامت چاہے

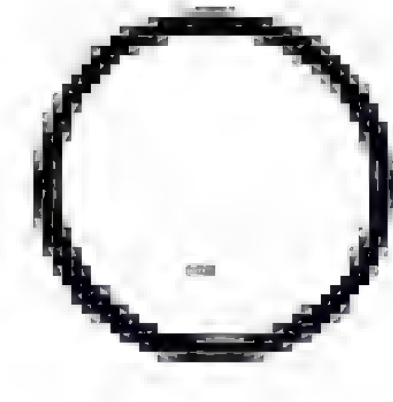
جس میں تفریقِ مساوات نہیں
دل وہ دیرینہ روایت چاہے

قَطِیْلُ الفاظ کا مارا انساں
جذبِ اظہار کی طاقت چاہے

وہ عدو ہو تو کوئی بات نہیں
ہم نفس ہو کے عداوت چاہے

ہم فسانوں سے بہلنے والے
وہ مگر زندہ حقیقت چاہے

جھوٹ جس کی ہے مرثیٰ لعل
وہ مرے سچ کی شہادت چاہے



گفتگو کا یہ سلسلہ کیا ہے
تیری نظروں کا مدعا کیا ہے

اس سے مجھ کو گلہ بھی ہو کیونکر
وہ مرا درد جانتا کیا ہے

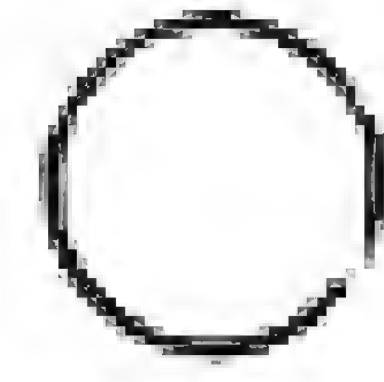
قصہ حسن و عشق رہنے دے
ایسی باتوں میں اب دھرا کیا ہے

خود کو تو ڈھونڈ گوشہ دل میں
میری آنکھوں میں جھانکتا کیا ہے

جو مقدر تھا اپنا ہو کے رہا
کاتبِ وقت سے گلہ کیا ہے

لمحہ حال میں جو ہو زندہ
اس کو ماضی کا آسرا کیا ہے

آج تک کوئی بھی نہ جان سکا
مرضِ عشق کی دوا کیا ہے



بڑھ گئی جب کبھی بیتابی جاں
بھرنے لگتا ہے نگاہوں میں دھواں

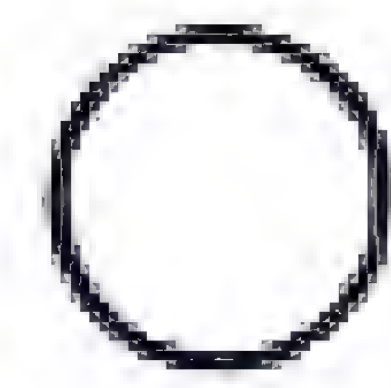
شمع تو ہو گئی کشتہ لیکن!
شبِ رفتہ کا ابھی تک ہے سماں

تجھ سے مایوس نہیں دل اب تک
دائگی سلسلہ وہم و گماں

بار آور میری خواہش نہ ہوئی
جان لیوا ہے یہ احساسِ زیاں

منتظر کس کی ہے بے خواب نظر
کیوں نہیں کثتی مری عمرِ رواں

چھوڑے جاتے ہیں متاعِ دنیا
کار آمد نہ ہوا کارِ جہاں



آنکھ کو منظر سہانا چاہیے
کچھ تو جینے کا بہانا چاہیے

دربدر بھٹکا ہے یہ آوارہ دل
مستقل اس کو ٹھکانا چاہیے

نیت ہونے کو ہے اک لمحہ بہت
بات بننے کو زمانا چاہیے

صحرا گلشن میں جو مہکایا تو کیا
پھول صحرا میں کھلانا چاہیے

دعویٰ الفت کیا کرتے ہیں جو
ہاں انہیں بھی آزمانا چاہیے

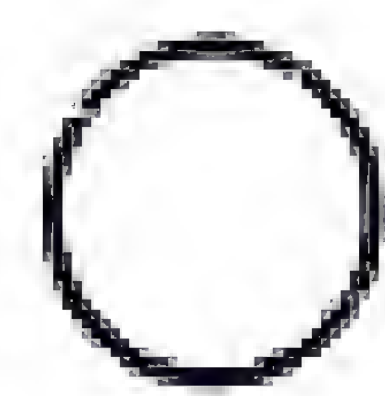
دم بدم سینے میں سانسیں روک کر
کوچہ جاناں سے جانا چاہیے

ظرفِ عالی کی یہی پہچان ہے
کر کے احساں بھول جانا چاہیے

یوں تو ہیں سامانِ تسکین وفا
دل کو رونے کا بہانا چاہیے

ریت پر لکھی گئی تحریر ہوں
سوج دریا سے مٹانا چاہیے

زیست کی دہلیز پر کب تک رکیں
وقتِ رخصت ان کو آنا چاہیے



شامِ غم جب میرے آئین میں اتر آتی ہے
روشنی چاند کی پلکوں پہ بکھر جاتی ہے

ایک تجھ سے ہی تو مانوس ہیں آنکھیں میری
تیرے چہرے پہ نظر جا کے ٹھہر جاتی ہے

عشق کی کونسی منزل ہے یہ معلوم نہیں
کوئی آتا ہے گھر سانسِ ادھر جاتی ہے

کسی طرف لے کے چلا مجھ کو مواجذبِ دل
جانے کس سمت مری فکرِ نظر جاتی ہے

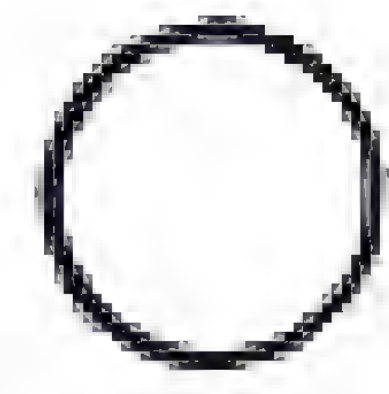
کس کے گھر پھول کھلانے کو یہ چنچل سی ہوا
شام ہوتے ہی مرے شہر اُتر آتی ہے

جو ملا دیتی ہے صدیوں سے جدا ذروں کو
لب ساحل کبھی ایسی بھی لہر آتی ہے

قابلِ فخر جو ہو نامہ اعمال اگر
زندگی موت کی بانہوں میں بھی اتراتی ہے



میرے کسی بھی خواب کو سچا نہیں کیا
تم نے ہمارے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا



شوخی صبا کی پھول کو بدنام کر گئی
کس کی خطا تھی اور بلا کس کے سر گئی

اس دل سے کیا گلہ کہ جو اپنا نہ تھا کبھی
کیا کہیے اس نظر کو جو مل کر مگر گئی

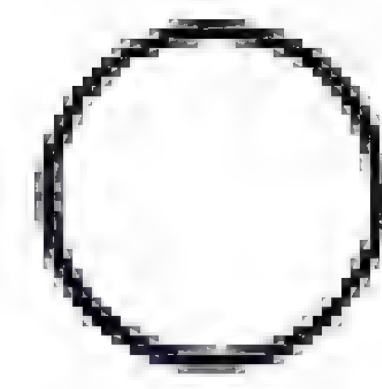
دماغ بے گفتگو سے مری چال ڈھال سے
وہ تلخی حیات جو دل میں اتر گئی

ہوں منتظر میں آج تک اس خوشی کی جو
جانے کہاں سے آئی تھی جانے کدھر گئی

عکسِ جمال یار سے ٹوٹا ہے آئینہ
پیشِ جمالِ یار ہر اک شے سنور گئی

کھلتی ہوئی کلی کی سی مسکان آپ کی
دامن کسی غریب کا پھولوں سے بھر گئی

ترکِ دعا کا اپنی یہی تو سبب رہا
مانگی ہے جب بھی ہم نے دعا بے اثر گئی



خلش ذہن میں نہ دل میں ملا رکھا ہے
بس اپنے ساتھ تمہارا خیال رکھا ہے

وفا کے زخم گلوں کی طرح مہکنے لگے
ترے فراق کو جب سے وصال رکھا ہے

کیا ہے دعویٰ بیگانگی سدا جس سے
اُسی سے رشتہ الفت بحال رکھا ہے

وہ بے نیازِ محبت ہے کیا خبر اُس کو!
اُسے تو گوشہ جاں میں سنبھال رکھا ہے

یہ کیا کہ اس کے مقدر میں جامِ جم کی چمک
مرے نصیب میں جامِ سنال رکھا ہے

جو فرشِ عرش پہ مہتاب سا چمکتا ہے
خیال نے ترا پکیر اچھال رکھا ہے

بچڑ کے تجھ سے مری زندگی کچھ ایسی ہے
کہ جیسے سینے سے دل کو نکال رکھا ہے



ٹھوکر نہ ماریے کہ پرستار ہی تو ہیں
راہِ وفا میں تیرے طلبگار ہی تو ہیں

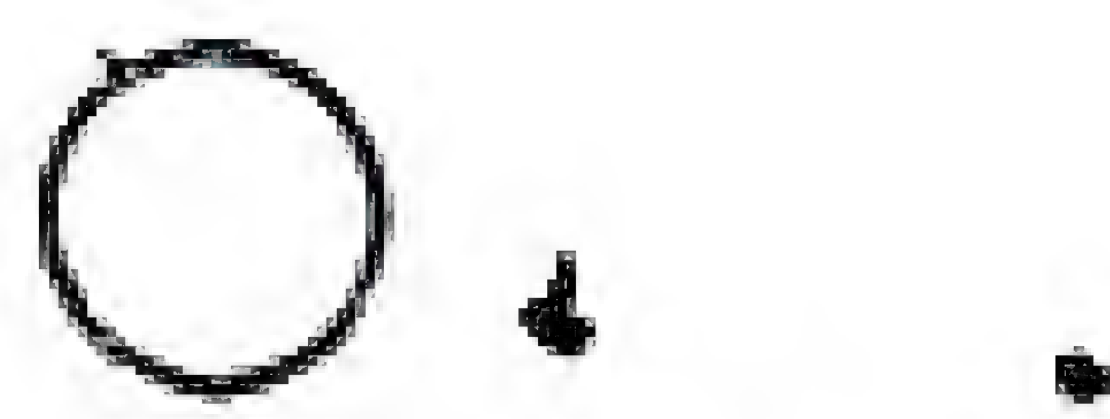
کوشش رہی ہے اپنی کہ جاں سے گزر ہی جائیں
اس کاروانِ دہر میں بیکار ہی تو ہیں

کیونکر وہ کہہ گئے کہ قیامت سروں پہ ہے
گو ابتدائے حشر کے آثار ہی تو ہیں •

اپنوں کی چوٹ مسہد گئے جب حوصلے سے ہم
اوروں سے کیا گلہ کہ وہ اغیار ہی تو ہیں

جن کو مفاہمت کی طلب دوسروں سے ہے
وہ خود سے آج برسرِ پیکار ہی تو ہیں

محفل میں جٹ کر ہمیں انجان ہیں بہت
جیسے سدا سے ہم سے وہ بیزار ہی تو ہیں

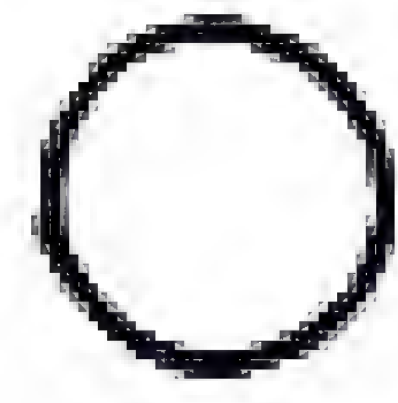


تین ☆ شعر

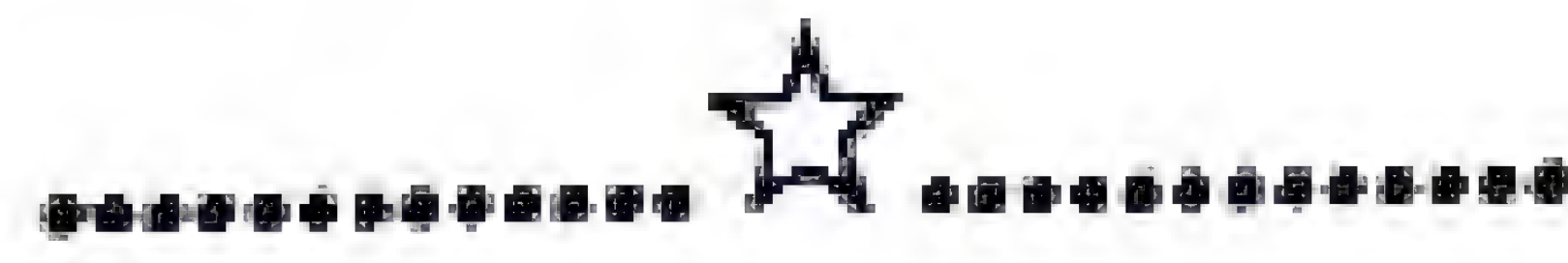
دامن مرا اشکوں سے بھگونے نہیں دیتا
اک شخص مجھے کھل کے بھی رونے نہیں دیتا

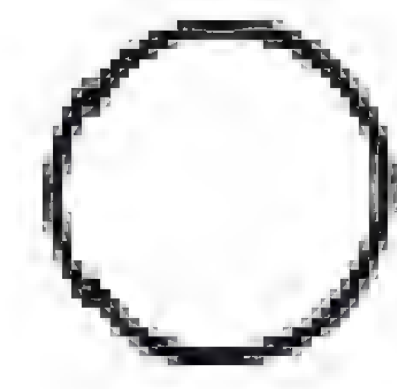
کچھ ایسی بھی دشوار نہیں اس کی رفاقت
ہونی کو مگر وہ کبھی ہونے نہیں دیتا

سناٹا گلی کا میری وحشت کا سبب ہے
اور شور میری ذات کا سونے نہیں دیتا



منزل پہ جا کے کس کو سنبھلنے کا ہوش ہے
خود میرِ کاروان بھی سرمست جوش ہے
صبح کہیں تو شام کہیں رات ہو کہیں
ہر شخص میرے شہر کا خانہ بدوش ہے





دُعَا

الہی میرے چہرے کو رخِ تاباں بنا دینا
میری آنکھوں کے حلقوں کو درِ یزداں بنا دینا

طوافِ کعبہ تک یا رب مرے قدموں کی گردش ہو
میرے جذبوں کو مولا مظہرِ ایماں بنا دینا

الہی میرے دل کو دے تجلی نورِ عرفاں کی
فرشتے سے بھی افضل تو مجھے انساں بنا دینا

گزاری ہے یہاں دشواریوں میں زندگی میں نے
اجل کو اے خدا میرے لئے آساں بنا دینا

آمین

انگریزی نظموں

کا

منظوم ترجمہ

پیش لفظ

انسان کی فکری صلاحیتوں اور جذبوں کے اظہار کے لئے سب سے موثر ذریعہ شاعری ہے۔ جو بات نثر کے کئی صفحات پر محیط ہوتی ہے وہ چند مصرعوں میں زیادہ بہتر طریقہ سے ادا کی جاسکتی ہے اور اس کا تاثر بھی گہرا ہوتا ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر زبان کے ادب میں شاعری کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ ہومر سے لے کر اب تک جس قدر بھی شعراء گزرے ہیں ان کی تخلیقات آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں میں کوئی مستند شاعر تو نہیں البتہ شعر گوئی کی طرف مائل ہوں۔ ویسے میں ایک استاد ہوں اور وہ بھی انگریزی ادب کی۔ رابع صدی درس و تدریس میں گزری ہے لیکن طبیعت کا میلان اردو شعرو سخن کی طرف زیادہ ہے۔ انگریزی زبان کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے اس لئے یہ بطور مضمون تقریباً ہر ملک میں رائج ہے۔ ہمارے یہاں بھی انگریزی مستقل مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ انگریزی کے نامور شعراء اور ادباء کی تخلیقات نصاب میں شامل ہیں۔ ان کو سمجھنا صحیح مطالب و مفہام کا اخذ کرنا، ان کی گہرائی و گیرائی تلاش کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ شاید یہ ہی وجہ ہے کہ طلبہ اس انگریزی سے بے حد خائف رہتے ہیں۔

میرے پیش نظر یہی بات تھی کہ میں طلبہ کی مشکلات حل کرنے میں معاونت کروں۔ چنانچہ میں نے کوشش کی کہ انگریزی زبان کی مشہور نظمیں جو بالخصوص انٹر کے نصاب میں شامل ہیں ان کا اردو زبان میں اس طرح ترجمہ کروں کہ صحیح مفہوم ذہن نشین ہو جائے اور شاعرانہ لطافتیں بھی سمجھنے میں آنے لگیں۔ اس کے لئے میں نے شاعری ہی کو بہتر ذریعہ خیال کیا۔ اکثر نظموں کا منظوم ترجمہ کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ شاعرانہ محاسن برقرار رہیں اور جن نظموں کو اس انداز میں پیش کرنا دشوار معلوم ہوا ان کا مرکزی خیال لے کر نظم کی صورت میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ اس میں کہاں تک کامیاب ہوئی۔ یہ تو قارئین ہی بتا سکتے ہیں وہی بہترین نقاد ہوتے ہیں۔

فہرست

- 120 1 - حسنِ لازوال
Shall I Compare thee to a Summer's Day
William Shakespeare
- 122 2 - صبح کا منظر
Sonnet Composed Upon Westminster Bridge
William Wordsworth
- 124 3 - ابو بن اَدھم اور فرشتہ
Abou Ben Adhem and the Angel
Leigh Hunt
- 4 - مغرور حسینہ
Proud Maisie in the Wood
Sir Walter Scott
- 5 - کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا
Say Naught the Struggle Not Availeth
Arther Hugh Clough
- 130 6 - صبر
On His Blindness
John Milton

- 133
Stopping by Woods on a Snowy Evening
Robert Frost
135
Lines from Endymion
John Keats
138
Ode to a Nightingale
John Keats
143
Lines from Ulysses
Lord Tennyson
146
Ode to the West Wind
R. B. Shelley
149
My Last Duchess
Robert Browning
151
Burning of the Leaves
Bunyan
153
Strange Meeting
Wilfred Owen
- 7 - جنگل میں برفباری
- 8 - حُسن
- 9 - بلبلِ زار
- 10 - عزمِ سفر
- 11 - بے لگام ہوا
- 12 - جاگیر
- 13 - بہار کی آمد
- 14 - عجیب ملاقات

156
Dover Beach

Mathew Arnold

15 - سمندر

159
I Reached your Doorstep
G. Allana

16 - منزل

حسن لازوال

کیا ترے حسن کو تشبیہ میں دوں
موسم گرم کے روشن دن سے!
کہ ہے اس سے بھی کہیں بڑھ کر تو
خوبو، پاک صفت، نرم خن
گر مئی باد صبا!

شاخ گلشن سے سدا
ادھ کھلی کلیوں کو پامال کرے
چمن حسن کو دیران کرے!!
گو کہ اس موسم گرما کا قیام
مختصر ہے پہ تغیر ہیں بہت

اس کی ہر شام جدا
اس کی ہر صبح الگ
اور کبھی چشمِ فلک کی حدت
تیز سے تیز بھی ہو جاتی ہے
اور کبھی اس کی رو پہلی رنگت
جانے کیوں ماند سی پڑ جاتی ہے!!
وقتِ فطرت کا اٹل ہے یہ نظام
حسن سے حسن بھی چھن جاتا ہے

جو سمٹتا ہے بکھر جاتا ہے!!
 پر ترے حسن کا مہتابِ ازل
 ماند تا حشر نہیں ہو سکتا
 حُسن جو صرف ہے جاگیر تری
 تجھ سے تا عمر نہیں چھن سکتا!!
 اور اجل سے نہیں ممکن کہ ترے
 پیکرِ حُسن پہ سایہ ڈالے
 کہ بجھے عمر ملے گی مجھ سے
 میرے الفاظ میرے شعروں سے!!
 جب تلک سانس یہاں لے انسان
 جب تلک آنکھ یہاں دیکھ سکے
 تب تلک شعر مرے زندہ ہیں
 اور ان شعروں میں تو زندہ ہے!!

صبح کا منظر

زمیں پہ اس سے حسین تو نہیں کوئی منظر
 جو پیش کر سکے مخلوق کو مرا خالق!
 وہ شخص روح سے مردہ، ضمیر سے عاری
 جو بے نیازی سے منہ پھیر کر گزر جائے
 زمیں کے اتنے حسین منظر شہانہ سے!
 پہن لیا ہے شہر نے لباسِ حسنِ سحر
 فضا ہے نکھری ہوئی پاک صاف اور روشن
 زمیں پہ پھیلے ہوئے دور تک یہ نظارے
 فلک کو چھوتی ہوئیں یہ عمارتیں، اعلیٰ
 جہاز پانی میں، گر جا بلند چوٹی پر
 ہر ایک چیز زمانے کی ہو گئی جیسے
 دھوئیں سے گرد سے آلودگی سے بیگنہ!

نہ اس سے پہلے کبھی آفتاب نے اپنی
 رنگا ہے رنگ سے وادی، پہاڑ، دریا کو
 نہ اس سے پہلے کبھی یہ سکوت دیکھا تھا
 نہ اس سے پہلے کبھی یہ سکوں ہوا محسوس
 سمندروں کی بھی موجیں ہیں بے نیاز سفر
 سکوت بحرِ ترے حسن کی گواہی دے
 مرے خدا یہ سبھی گھر ہیں جیسے سوئے ہوئے
 اور ایسا سحر و طلسم زمیں پہ چھایا ہے
 کہ جس سے سینہ دریا میں دل بھی ساکت ہے!

ابو بن ادھم اور فرشتہ

اک روز ابو سوئے تھے کمرے میں سکوں سے
تھی نیند بہت گہری، مگر چونک کے اٹھے!
کمرے میں اٹد آئی مہتاب کی کرنیں
اور ایسے لگا جیسے کوئی پھول کھلا ہو!!!
اس دودھیا چاندی میں ابو کو نظر آیا
نورانی فرشتہ جو بہت غور سے جھک کر
سونے کے حسیں صفحہ پہ مصروفِ قلم تھا
دیکھا جو منظر تو ابو کو ہوئی جرأت
”کیا لکھتے ہو؟“ پوچھا یہ فرشتے سے انہوں نے
سراپنا اٹھا کر یہ فرشتے نے بتایا

میں نام رقم ان کے یہاں کرنے لگا ہوں
جن کو ہے بہت پیار خداوند سے اپنے!!
”کیا نام ہے شامل مرا؟“ پوچھا یہ ابو نے
”نہ نہ“ یہ کہا دھیرے سے معصوم کرن نے
ادھم نے بہت پیار سے ہنس کر یہ کہا پھر
تم نام ہمارا کرو ان لوگوں میں شامل
جو رب کے نہیں بلکہ ہیں بندوں کے پرستار!

ایسے ہی فرشتے نے کہا اور ہوا او جھل
 پھر دو سری شب آیا نئی روشنی لے کر
 اب ہاتھ میں تھی اس کے نئے ناموں کی تحریر
 وہ نام جنہیں رب نے محبت سے نوازا
 دیکھا تو وہاں نام ابو تھا سرِ فہرست
 یعنی کہ خداوند کو وہ لوگ ہیں پیارے
 معبود سے بڑھ کر ہو جنہیں عبد سے الفت

مغزور حسینہ

منیری تھی اک لڑکی بہت خوبو حسین
پیکر پہ اس کو اپنے بلا کا غرور تھا!

اک صبح ٹھہلنے کو جو وہ باغ میں گئی
روبن چمک رہا تھا درختوں کی ڈال پر

منیری نے اس پرند سے پوچھی بس ایک بات
ڈولی اٹھے گی کب میری، آئے گی کب برات

اُس کو ملا جواب کہ جب چھ^(۶) حسین جواں!
باہوں میں تم کو تھامے ہوئے چرچ جائیں گے

منیری نے پھر سوال یہ پوچھا کہ میری بیج
کس طرح سے سبے گی، بھلا کس کے ہاتھ سے

روبن نے یہ کہا کہ سجائے گا تیری بیج
اک سوگوار و عمر رسیدہ سا گورکن
قبریں جو گہری کھودتا رہتا ہے صبح شام!

مینری نے بات سمجھے بنا پھر کیا سوال
گائے گا کون میرے لئے نغمہ طرب

روبن نے بے رخی سے پلٹ کر دیا جواب
جگنو تمہاری قبر کو چکانے آئے گا!
الو لحد پہ بیٹھ کے یہ گیت گائے گا

خوش آمدید اے مری مغرور نازنین
خوش آمدید اے میری مغرور نازنین

کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا

کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا
تمہارا جہد مسلسل تمہارے زخم ہنر
کبھی نہ کہنا کہ بیکار و رائیگاں ہوں گے!

رقیبِ جاں کو شکست وفا نہیں ہوگی
جو آج ہیں وہی حالات کل تلک ہوں گے
نہ بھول کر کبھی ایسا گمان کرنا تم!
اگر امید ہے دھوکہ تو خوف بے معنی
دھوئیں میں دور بہت دور ہیں یہ پوشیدہ
ترا رفتی اگر دشمنوں کے پیچھے ہے
تو کارِ زار تمہارے لئے کشادہ ہے
قدم بڑھا کے یہ میدان سر کرو کیونکہ
یہی تو وقت ہے دشمن کو زیر کرنے کا
یہی تو وقت ہے اپنے کو آزمانے کا

کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا!

وہ دور پار سمندر تھکی تھکی موجیں
لگے یوں جیسے کہ اک انچ بھی سرک نہ سکیں

مگر یہ بات کہ واقف نہیں کوئی جس سے
کہ ان کی یہ روش مستقل چٹانوں میں
شکاف ڈالتی ہیں راستے بناتی ہیں
نہ جانے کتنے ہی سیلاب یہ تھکی موجیں
سکوتِ بحر کے سینے میں بھی جگاتی ہیں
خموش موجوں کو حاصل ہوا ثمر اپنی
ہر ایک لمحے کی اس بے تکان محنت کا!

کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا!

ذرا نظر تو کرو مشرقی درتچے پر
جہاں سے پہلی کرن آفتاب کی آئے
بہت ہی دھیرے کرن روشنی کی بڑھتے ہوئے
تمام مشرق و مغرب میں نور پھیلانے
اگر ہو جہد یونہی پھر تمہاری ذات کی لو
اسی طرح سے زمانے کو جگمگائے گی!
تمہارے کارِ مسلسل سے لوحِ دنیا پر
تمہارے کارِ نمایاں کا نقش ابھرے گا!

کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا!

کبھی نہ کہنا کہ محنت کا پھل نہیں ملتا!

صَب

جب کبھی بات مرے دھیان میں نہ آتی ہے
کس طرح میری نظر سے مری بینائی گئی

اور

ان اگلے دنوں میں دنیا
کتنی تاریک نظر آئے گی
پھر مرے شعرو خن کی خوبی
کتنی بیکار نظر آئے گی
اور جب تک مری سانسیں ہوں گی
مجھ سے بیزار نظر آئے گی
موت کے پردے میں چھپ جائے گی!!!

گو مراد دل تو بہت چاہتا ہے
اپنے مالک کے لئے وقف رہوں
روز و شب کام کروں اُس کے لئے
اپنے اعمال کو افضل کر لوں!
پھر پتا اس کے غضب سے چلبوں
پر نہیں بات یہ اتنی آسائیں!!

ذہن میں آج یہ رہ رہ کے سوال
 خلشِ دل کی طرح جاگ اٹھا
 ”کیا خدا چھین کے بینائی مری
 مجھ سے امید یہ کرتا ہے کہ
 میں وہ ہر کام کروں دنیا میں
 جو مقدر ہے نظروالوں کا؟“

جذبہ صبر نے آگے بڑھ کر
 دل ویراں کو دلا سہ یہ دیا
 کہ خداوند کو حاجت نہیں ہر گز اپنے
 کسی بندے کی سعی اور کوئی کاوش کی
 اس کی نظروں میں؛ ہر فرد کا اعلیٰ ہے مقام
 جو رضا میں رہے راضی اُسکی!

کہ ہے شاہوں کا بھی شاہادہ بہت برتر ہے!!
 اس کی بس ایک ہی جنبش پہ
 سبھی حور و ملک!

کھیت میں، دشت میں، دریاؤں میں
 اس کی خدمت کے لئے حاضر ہیں!!

تمغه عبد عطا ان كو هوا
كار دنيا ميں جو مصروف رهے

اور وه لوگ بهي ميں برسريكار كه

جو فقط اپنے خدا كي خاطر
اك جكه دمبرے خاموش رهے!!

جنگل میں برفباری

برف گرتی ہوئی اک شام گزر میرا ہوا
اک حسیں سبز گھنے پیڑوں کے جنگل سے جو
اس قدر خوب لگا مجھ کو کہ میں ٹہر گئی
دیکھنے برف کی چادر سے ڈھکے جنگل کو!!

اسپ کو میرا ٹھہرنا یاں مناسب نہ لگا
کہ نہ منزل تھی یہاں اور نہ سرائے کوئی

کس لئے روک لیا اس کو سرِ راہ گذر
اپنی گردن کی وہ گھنٹی کو ہلا کر پوچھا
اور اس گھنٹی کی آواز سے جنگل کو نجا!!

کتنی ہی دیر تلک میں یو نہی مدہوش رہی
سانس میں برف کی ٹھنڈک کو بھی محسوس کیا
اور جب چھانے لگی رات کی تاریکی تو
چوٹک کر جاگ گئی نیند سے جیسے ایک دم
پھر بے سوچ کے گھوڑے کی لگامیں تھامیں

بے پناہ حسن ہے گو شام کے اس منظر میں
عمر کٹ جائے مری کاش اسی جنگل میں

پر نہیں بات یہ ممکن کہ ہزاروں وعدے
جو کئے اوروں سے میں نے وہ نبھانے ہوں گے

کہیں ایسا نہ ہوا انجام سفر سے پہلے
نہیں آجائے ہمیشہ کے لئے آنکھوں کو
اس سے پہلے کہ مری چشم تمنا سو جائے!

مجھ کو میلوں کا سفر کرنا ہے!

مجھ کو میلوں کا سفر کرنا ہے!

حُسن

حسن اک دائمی مسرت ہے
 حسن سر چشمہ محبت ہے
 حسن وہ ہے جسے زوال نہیں
 حسن جس کی کوئی مثال نہیں

وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہے
 عمر کے ساتھ یہ نکھرتا ہے
 حسن ایسا گھنا شجر ہے جو
 اپنے سائے سے زندگانی کے
 پتے صحرا کو سبز کرتا ہے!

• حسن وہ ہے کہ جس کے باعث ہم
 آس کے پھول چنے رہتے ہیں
 حسن ہی کے سبب تو دنیا میں
 ان کہے گیت سننے رہتے ہیں

گو کہ دنیا بہت ہی ظالم ہے
 لوگ قاتل ہیں اپنی خوشیوں کے
 کیا فہدان ہے شریفوں کا
 کتنی بھرمار دشمنوں کی ہے!

باوجود اس کے کوئی چیز ہے جو
 اتنی دلکش ہے اتنی پیاری ہے
 اپنے تاریک گوشہٴ دل سے
 روشنی کو نکال لاتی ہے!
 غم کی چادر جو ہم نے اوڑھی ہے
 روح سے اپنی یہ ہٹاتی ہے!!

حسن اک خاص شے کا نام نہیں
 حسن ہر چیز میں نمایاں ہے

حسن آنکھوں میں حسن دھڑکن میں
 حسن صحرا میں، حسن گلشن میں
 چاند میں حسن، آفتاب میں حسن
 حسن تاروں میں، کائنات میں حسن
 حسن بوڑھے، جوان درختوں میں
 حسن سرسبز سوکھے پتوں میں
 حسن لالہ سمن مگلاب میں ہے
 حسن چڑھتے ہوئے شباب میں ہے
 گرمیوں میں ہے ٹھنڈی جمیل کا حسن
 سردیوں میں ہے نرم دھوپ کا حسن

حسن اس داستان کا حصہ!
جس کو ہم نے کہیں سنا نہ پڑھا!

حسن کردار میں کہانی کے
حسن قصوں میں ہے جوانی کے
زندگانی میں حسن، موت میں حسن
چشمِ بیمارِ غم کی جوت میں حسن!

مختصر یہ کہ حسن سینوں میں
قطرہ قطرہ فلک کے گوشوں سے
مثلِ آبِ حیات گرتا ہے !!

بلبل زار

عجب اک درد سینے میں اٹھا ہے
مرا احساس بھی سونے لگا ہے
مرے ادراک پر ایسا نشہ ہے
کہ جیسے زہر میں نے پی لیا ہے!
ابھی جو ایک لمحہ بیت جائے
میں دریائے فراموشی میں ڈوبوں!
درختوں پر چمکتے بلبل زار!
نہیں خائف ہوں میں تیری خوشی سے
ترے پرجوش نغمے کی قسم ہے
تری خوشیوں میں شامل ہو گئی ہوں
تری آواز میں جادو ہے ایسا!
خندک مے میں ہو کوئی جیسے نشہ
ملے اے کاش بس اک بوند مجھ کو
جسے پی کر میں سب کچھ بھول جاؤں!
ملے اے کاش جلتا جام مجھ کو
کہ جس کو چھو کے لب جل جائیں میرے
مگر میں ساتھ تیرے چل پڑوں پھر
نشے میں ساری دنیا بھول جاؤں!

وہ دنیا جو نہیں دیکھی ہے تو نے
وہ دنیا جس میں فکر و غم بھرے ہیں
جہاں اک دوسرے سے ہے شکایت
جہاں پر سوچنا بھی اک مصیبت
جہاں پر ہر قدم بیماریاں ہیں
محبت میں جہاں دشواریاں ہیں
جہاں پھولوں سے چہرے بجھ گئے ہیں
جہاں محفل میں بھی تنہائیاں ہیں

مے نایاب پینے سے بھی حاصل
نہ مجھ کو ہو سکی راک بے خودی سی
نہ تلخی بھول پائی ہوں اے بلبل
نشتے کے بعد بھی اس زندگی کی!

مجھے اب ڈونا ہے بلبل زار
ترے نغمے کی میٹھی میٹھی دھن میں
تخیل سے بھرے شعروں میں کھوکرا
وہ دیکھو رات کتنی پرسکون ہے
کہ منہ چاند کی کرسی نشیں ہے
کھڑکی ہیں چار سو آروں کی پریاں

مری ہیں ہر طرف پھولوں کی لڑیاں
 میرے چاروں طرف ہے گھپ اندھیرا
 مقدس اور پاکیزہ اندھیرا!
 مگر جب بھی ہوا لہرائے پتے
 کرن چپکے سے آ جائے وہیں سے!
 سجھائی کچھ نہیں دیتا ہے مجھکو
 دکھائی کچھ نہیں دیتا ہے مجھکو
 مگر میرا قیافہ ہے غضب کا
 میں ہر اک پھول کو پہچانتی ہوں
 میں خوشبو سونگھ کر یہ جان لوں گی
 کہ کس موسم کا گل ہے پاس میرے!

ہے ہلکی گھاس، کانٹے دار پودے
 کہیں پر کچھ گلابوں کی مہک ہے
 کہیں چمپا کہیں لالہ کی خوشبو
 اور ان پر مکھیوں کی بھنبناہٹ
 عجب سا اک سماں پیدا ہوا ہے!
 اندھیرا جیسے جیسے بڑھ رہا ہے
 اجل سے عشق مجھکو ہو چلا ہے
 مرا دل چاہے مرجاؤں میں اس وقت
 ابھی، ہاں ایسا موقع پھر کہاں ہے

مرے کانوں میں اب بھی طائرِ خوش
ترے نغمے کی ہلکی سی صدا ہے
کہ مجھ پر موت حاوی ہو رہی ہے
ترے نغمے کی لذت کھو رہی ہے!

تو اے بلبل! نہ ہر گز مر سکے گا

کہ تو تو موت سے بھی ماورا ہے
زمانہ تجھ کو کیا گھائل کرے گا
کہ تو ہر دور میں نغمہ سرا ہے
ترا نغمہ ہی تو ٹوٹے دلوں کا
سکوں ہے، حوصلہ ہے، آسرا ہے
ترے نغمے کے جادو نے اے بلبل
درتپے بند کتنے کھول ڈالے
نظر آئے ہیں جن سے مجھ کو کتنے
وسیع اور تنہا اور ویراں جزیرے!!

جو نہی تنہائی کا احساس جاگا
سنہری گھنٹیاں بجنے لگی ہیں
میں گہری نیند سے جاگی ہوں جیسے
اور اپنے آپ میں پھر لوٹ آئی

تخیل کی پری! تم لوٹ جاؤ
 بہت دھوکے دیئے ہیں تم نے مجھ کو
 خدارا اب نہ میرے پاس آؤ
 خدا حافظ ترے نغمے کو بلبل
 تیری آواز مدھم ہو گئی ہے
 کسی وادی میں جا کے کھو گئی ہے
 نہ اب نغمہ نہ اب وہ بلبل زار!

حقیقت ہے کہ کوئی خواب ہے یہ
 میں جاگی ہوں کہ پھر سوئی ہوئی ہوں!

عزمِ سفر

مرے رفیقِ مرے ساتھ مرے ہدم!

وہ تم ہی تھے جو ہمیشہ سے میرے ساتھ رہے
شریکِ فکر، شریکِ کار رہے
وہ تم ہی تھے جو مرے ساتھ مسکراتے ہوئے
سلگتی دھوپ بھی اور ہوائے تند بھی

تم ہی نے لمحہ بہ لمحہ میری حمایت کی
مرے خلاف بغاوت کے سرچکل ڈالے!
تمہارے ساتھ گزارا تھا میں نے عہدِ شباب
سمندروں کی جواں بے لگام موجوں پر!
وہ وقت تھا کہ جواں میں بھی اور تم بھی تھے!!

پر اب نہ ہم میں ہے باقی وہ قوتِ بازو
کہ جس سے موجِ حوادثِ کارِ خدایتے تھے
ہوئے ہیں دورِ ضعیفی کے ہم تمام سفیر!!

یہ دورِ ضعف ہے لیکن ہے اس کی آنِ الگ
جس کے بزمِ الگ اور اس کی شانِ الگ
ہے موتِ زیست کا انجام!

اور موت سے قبل
 کسی بھی کارِ نمایاں کا ارتکاب کریں
 ہم اپنے دورِ گزشتہ کا احتساب کریں!!
 وہ دورِ روشنیاں جھلملائیں ساحل پر
 طویل دن بھی ڈھلا، چاند بھی چمکنے لگا
 خموش سینہ دریا میں دل ہمکنے لگا!!
 اٹھو اور آؤ مرے ساتھ مرے ہمراہ!!

کہ اب بھی وقت ہے اتنا کہ ڈھونڈ سکتے ہیں
 جہانِ تازہ، نئی وادیاں، نئی دنیا!
 چلو کہ ڈال دیں موجوں کے درمیاں چپو
 چلو کہ آج پھر آغاز اک سفر کا ہو!
 سفر بھی وہ ہو کہ اس پار ہم افق کے چلیں
 جہاں پہ غرق ہیں پانی میں مغربی تارے
 یونہی سفر میں رہیں جب تک نہ موت آئے
 اور اس سفر میں یہ ممکن ہے غرقِ دریا ہوں
 یہ بات بھی تو ہے ممکن وہ ساحلوں کو چھوئیں
 کہ جس پہ رکھنا نہ ہو آج تک کسی نے قدم

بہت گنوائیں گے یہ کچھ نہ کچھ تو یائیں گے!!

گو ہم میں پہلی سی طاقت نہیں وہ زور نہیں
کہ جس سے ایک کیا کرتے تھے زمین و زماں
مگر

جو ہیں سو ہیں
ہمارے جسموں کو لاغریہ ساعتوں نے کیا
مگر

• جوان ہے دل کی امنگ آج تلک •
اور اپنا عزم ہے قائم یو نہی ہمیشہ سے
کہ ہم تلاش میں سرگرداں، جستجو میں مگن
ہر ایک موجِ حوادث کو زیر کرتے ہوئے
گزرتے وقت سے ہر گز نہ مات کھائیں گے
سفر میں یو نہی شب و روز بڑھتے جائیں گے

مرے رفیق مرے ساتھیو مرے ہمد !!
کہ آج پھر سے ہم اکبار عزم نو لے کر
نئی ڈگر پہ چلیں، اک نئے سفر پر چلیں !!

بے لگام ہوا

خزاں کے وسط سے مغرب سے آنے والی ہوا
اڑا کے لائی ہے بے رنگ خشک چٹوں کو
جو دور دور ملک یوں بھٹکتے پھرتے ہیں
کہ جیسے اُن کے تعاقب میں کوئی سایہ ہو!!

شریر و شوخ ہوا نے زمیں کو بہکایا
جو پودے بیج میں سوئے تھے چونک کر اٹھے
زمیں کی کوکھ سے نکلے ہوا میں لہرائے
حیات و موت کا پیغام لے کر آئی ہوا
جنوں کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہواؤں نے
سکوت بحر کو ایسے جھنجھوڑ ڈالا ہے
کہ ڈوبتی ہوئی موجوں میں آئی طغیانی
سمندروں میں عجب اضطراب لائی ہوا

فلک پہ بھی یہ گھٹاؤں کو چھیڑتی گزری

شریر ایسی کہ جا جا کے ان سے ٹکرائی
زمیں پہ پھر تو مسلسل پھوار کرنے لگی
خزاں کے ساتھ پیام بہار لائی ہوا

اے بے زبان ہوا تو زمیں پہ حادی ہے
ترا اثر ہے سمندر میں آسمانوں میں
ترے وجود کو محسوس کر سکی ہوں مگر
ترا وجود مرا کچھ نہیں بگاڑ سکا!
اے تند و تیز ہوا کاش ایسا ممکن ہو
کہ تیری برق سی رفتار مجھ کو لے جائے
اُڑا کے دور کہیں دور اس جہاں سے دور
کہ جیسے میرے تعاقب میں کوئی سایہ ہو!!

اے کاش تیری یہ رفتار مجھ کو چونکا دے
سکوتِ شام سے سوئے سمندروں کی طرح
اے کاش تیری یہ رفتار میرے لفظوں کو
بکھیر ڈالے زمیں پر نئے گلوں کی طرح
اے کاش تیرا اثر مجھ پہ اس طرح سے ہو
کہ میری روح میری کائنات مل جائے

ترے حصار میں بس قید ہو کے رہ جاؤں
 ترے وجود کو مجھ سے حیات مل جائے
 اے بے لگام ہوا اک ذرا مجھے چھو لے

جاگکیہ

یہ وہ تصویر ہے جو حیرت سے
 ممکنہ باندھے دیکھتے ہو تم
 اک مصور کا ہی خیال نہیں
 میرے محبوب کا کمال بھی ہے!!

اس کے گالوں پہ جو بھی سُرخ ہے
 کس قدر شوخ اور خوش کُن ہے
 اس کی آنکھوں میں جو چمک سی ہے
 کتنی رنگین اور روشن ہے
 حسنِ اخلاق وہ مجسم تھی!
 کھل کے مجھ سے ہر اک سے ملتی تھی
 اس کے ہونٹوں پہ وہ تبسم تھا
 بہتے جھرنوں کا اک ترنم تھا
 پیار آنکھوں سے بھی چھلکتا تھا
 اس کے لبے سے دل گھلتا تھا
 مجھے کوئی شے بھی نہیں لیکن

جس کو بھی دیکھتی وہ ہنس پڑتی
اس کی یہ بات ہی نہ تھی اچھی!!

وہ ہر اک سے کلام کرتی تھی
اور بصد احترام کرتی تھی
اک فقط مرے واسطے ہی نہیں
اس کا اخلاق تو ہر اک سے تھا
میں نے چاہا ادا میں سب اس کی
وقف ہو کر مرے لئے رہ جائیں
پر نہ ممکن کسی طرح یہ ہوا
اور پھر میں نے ایسا حکم دیا
اس کی ہر اک ادا کو روک دیا!!

مسکراہٹ بھی جم گئی اس کی
اور سانسیں بھی تھم گئیں اُس کی

لیا جو تصویر بن کے ابھری ہے
اب وہ جاگیر صرف میری ہے

بہار کی آمد

خزاں کی آگ سے کومل سی انگلیاں اٹھیں
 اور اپنی نرم تپش سے جلا دیا سب کچھ
 چمن میں سوکھے ہوئے پھول بے ثمر شاخیں
 اور ایک عمر کے بوڑھے سے ناتوان درخت
 وہ کونپلیں جو کبھی سبز بھی نہ ہو پائیں
 وہ زرد پتے سراپا خزاں سے آلودہ!
 تمام گند جو بیکار و رائیگاں پایا
 بھی کو آنکھ جھپکتے ہوئے جھلس ڈالا
 زمیں نے اپنے خرافات کو مٹا ڈالا
 نئی بہار کا پیغام پھول لے آئے!!
 مجھے بھی آج اجازت کہیں سے مل جائے
 کہ میں بھی اپنے خرافات کو مٹا ڈالوں
 کھلی ہوئی میری ماضی کی راہداری کو
 سستی آگ کے پھولوں سے میں جلا ڈالوں!

یہ آگ کاش میری روح کو جھلس ڈالے
 اور مجھ میں ایک نئی روح پھر جنم لے لے
 بہار مجھ پہ بھی آئے، کھلیں گلاب مرے
 نئی امنگ لئے جاگیں پھر سے خواب مرے
 یہ خوابِ حُسن کو تعبیر مل سکے کہ نہیں
 بہار روئے زمین پر ضرور آئے گی

عجیب ملاقات

میں بھاگ آیا کھائی میں میدانِ جنگ سے
دیکھا وہاں پہ لاکھوں سپاہی چھپے ہوئے
کچھ تھک کے سوچکے تھے بہت نیند میں تھے
کچھ

میں نے ٹٹل کر جو چھووا ایک شخص کو
وہ جیسے گہری نیند سے چونکا ہو جاگ کر
دیکھا مجھے تو اس کی نگاہیں چمک اٹھیں
جیسے جنم جنم سے مجھے جانتا ہو وہ!
پہچانتا ہو وہ!

چہرے پہ اس کے آئی تھی بے جان سی ہنسی
اور میں سمجھ گیا تھا کہ مردوں کے شہر میں
میں آگیا ہوں جنگ کے میدان سے بھاگ کر!

رُک رُک کے مجھ سے کہنے لگا وہ عجیب شخص
یاں خوف اور اداسی کی کوئی جگہ نہیں
یاں جنگ بھی نہیں ہے سیاست بھی یاں نہیں

اس شہرِ خامشی میں پہنچ کر مجھے اے دوست
احساس یہ ہوا کہ گنوا دی ہے زندگی
شہرت کے پیچھے حسن کے، دولت کے واسطے
مٹی کے واسطے کبھی لوگوں کے واسطے!
ہر ایک لمحہ برسرِ پیکار میں رہا! بیکار میں رہا!!

اے کاش مجھ پہ راز یہ کھلتا جہان میں
اس وقت مجھ میں ہوش تھا اور آگہی بھی تھی
جب شوق و دلوں کے بھی تھے ہر اک خوشی بھی
تھی!!

جس دوڑ کو ترقی سمجھتا رہا تھا میں
وہ دوڑ مجھ کو آگے نہیں پیچھے لے گئی
معصوم و بے گناہوں کے خوں میں ڈبو گئی!

سچائی کا یہ درس اہم ہے ہر ایک فرد
اے کاش جان لیتا نہ لڑتا کبھی بھی میں
لیتا میں اپنے آپ سے کوئی بھٹہ سا کام
نفرت کسی سے کرتا نہ جتنا کسی سے میں
میں مارتا کسی کو نہ مرتا کسی سے میں!

یہ راز آشکار ہوا مجھ پہ دیر سے
مرنے کے بعد مجھ پہ کھلا زندگی ہے کیا
اے دوست! ہوں وہی میں کہ تم جس کو مار کر
میدانِ کارزار میں لہرائے فخر سے!
میں نے بھلا دیئے ہیں وہ لمحے وہ دشمنی
ہے دیں میں اجل کے نہ دشمن نہ کوئی دوست

لو میرا ہاتھ تھام کے سو جاؤ چین سے!!

سمندر

شام کے ڈوبنے کا منظر ہم
لب ساحل پہ ٹھہر کر دیکھیں

سرمئی سرمئی سمندر میں
چاند کا عکس کتنا پیارا ہے

یہ سمندر جو شور کرتا ہے
جیسے ہم پہ ہی زور کرتا ہے
اس کی موجیں جو سر پٹختی ہیں
کوئی شکوہ ضرور کرتی ہیں!
ان ہی موجوں کے اضطراب میں ہے
آدمی کا بھی اضطراب نہاں
آدمی بھی تو سر پٹختا ہے
آدمی بھی تو یوں تڑپتا ہے
نیسے بے چین موج ساحل پر!!

یہ سمندر حصارِ دنیا تھا
 آج بے بس ہے بے سہارا ہے
 یہ سمندر کہ جسکی بستی میں
 عظمتوں کے سراغ ملتے تھے
 یہ سمندر کہ جس کا موجوں میں
 دل دھڑکتا تھا اس کے خالق کا
 آج خاموش اور ساکت ہے!

یہ سمندر ہے آج بھی ویسا
 پر نہیں اس میں زور پہلا سا
 یہ کبھی آگہی کا دریا تھا
 یہ کبھی روشنی کا دھارا تھا!
 اس کی موجیں صبا کی موجیں تھیں
 اس کا ساحل وفا کا ساحل تھا
 تھام کر ہاتھ اس کی موجوں کا
 پار کرتے تھے آگ کا دریا!

آج لیکن یہ صرف دریا ہے
اور ہم اس طرح سے بے بس ہیں
جیسے ساحل پہ ریت کے ذرے!!

منزل

ہدایتوں کا صحیفہ جو تو نے مجھ کو دیا
کہ جس میں راز تھے پوشیدہ تجھ کو پانے کے
کہ جس میں راہ دکھائی تھی تو نے منزل کی
کہ جس پہ چل کے تھی ممکن تری رسائی بھی

رہ حیات میں گم ہو گیا وہ غفلت میں
اور میں اداس پریشان اور حیراں سی
نہ جانے کب سے کھڑی زیست کے دورا ہے پر
ہر اک گزرتے ہوئے فرد سے سوال کیا
ہر اک گزرتے ہوئے کارواں سے یہ پوچھا
ترے حصول کی کوئی تو راہ بتلائے
کوئی تو منزلِ محبوب مجھ کو دکھلائے

کہا کسی نے کہ ہے راستہ طویل بہت
قدم قدم پر کئی پیچ و خم بھی آتے ہیں
مگر یہ کیا کہ بتایا تھا تو نے مجھ کو تو
کہ مختصر بھی ہے آسان بھی ہے راہ تری

کسی کی رائے میں تھا راستہ کٹھن اور تنگ
مگر یہ کیا کہ بتایا تھا تو نے مجھ کو تو
کہ تیرا راستہ سیدھا بھی اور عالمگیر
کسی نے مجھ سے کہا یہ جنوں کی راہیں ہیں
کسی نے مجھ سے کہا خواب ہے جو دیوانے کا
مگر یہ کیا کہ ترا دعویٰ قوی یہ رہا
کہ اس زمانہ وہم و گماں میں سچ ہے تو

میں مضحک تھی اسی فکرِ روز و فردا میں
کہ تو نے آکے صحیفہ وہ دے دیا مجھ کو
کیا جو غور تو یہ بات آشکار ہوئی
کہ جس ڈگر پہ رہی بے خبر میں مدت سے
ڈگر نہیں وہ حقیقت میں در تمہارا تھا

یوں میں
پہنچ گئی در پر ترے نادانستہ

تڑپا کے مجھے اذنِ ربائی نہیں دیتا
وہ قید میں رکھتا ہے ربائی نہیں دیتا

انجامِ محبت کی خبر دل کو ہو کیونکر
کچھ عشق و محبت میں سمجھائی نہیں دیتا

سچائی کو پانے کے لیے دل کی مدد لو !
دل جھوٹ کی ہرگز بھی گواہی نہیں دیتا

کچھ ایسی عداوت کی فضا ہے کہ یہاں ہے
غم کون سا جو بھائی کو بھائی نہیں دیتا

دھندلاتی ہیں جب اشکِ ندامت سے نگاہیں
وہ سامنے ہوتا ہے دکھائی نہیں دیتا

منظر وہ حسیں ہے جو نگاہوں سے چھپا ہے
نغمہ وہی اچھا جو سنائی نہیں دیتا

رضیہ قریشی

رضیہ سبحان قریشی انگریزی زبان و ادب کی پروفیسر ہیں اور اردو
 میں شعر گوئی کا بھی ایک پس منظر رکھتی ہیں۔ زیر نظر کتاب
 ”سرد آگ“ میں ان کی طبع زاد شاعری کے ساتھ ساتھ
 انگریزی کی بعض ایسی منظومات کے تراجم بھی شامل ہیں جو کالج کی
 سطح کے تدریسی نصاب کا حصہ ہیں۔ ان تراجم کا مقصد بقول شاعرہ
 طالب علموں کو اصل نظموں کے مفہام سے آشنا کرنا اور ان میں
 ذوق شعر و ادب پیدا کرنا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کاوش اہم اور منفرد ہے۔
 رضیہ سبحان قریشی کی غزلیں دورِ حاضر کی مانوس فضا کی عکاسی
 کرتی ہیں۔ ایک حساس وجود کی حیثیت سے رضیہ نے جس طرح ذاتی
 تجربات و محسوسات کو سخن کا پیرایہ عطا کیا ہے وہ بجائے خود ان
 کے تخلیقی ہنر کی گواہی ہے۔ اُن کی شاعری ایک ایسے ماحول سے
 ابھری ہے۔ جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی اجنبی نہیں۔ یہی تو
 وہ ماحول ہے جس میں مہر و محبت کو شک کی نگاہ سے دیکھا
 جاتا ہے۔ جہاں چشم ساقی میں وہ شراب نہیں جس سے
 تشنہ لبوں کی پیاس بجھ سکے۔ جہاں جرم سے پہلے ہی سزائیں
 تحریر ہو جاتی ہیں۔ جہاں مہرِ جہالت کے سزاوار اہل فن بنے
 ہوئے ہیں۔ جہاں کے کم سخن دار پر بھی زبان نہیں کھولتے۔
 جہاں آباد شہروں کے در و دیوار سے صحرا برآمد ہوتے ہیں۔ رضیہ
 نے گرد و پیش کے اس کرب آگیں تجربے کو بڑے لطیف انداز
 میں شاعری سے ہم کنار کیا ہے۔ رضیہ کے اس شعر
 ان کے طرزِ احساس کی بھرپور نمائندگی ہوتی ہے۔
 دل ہو ویراں تو پھر مکانوں کا
 حسن بڑھتا نہیں سجانے سے

پروفیسر سحر انصاری
 صدر شعبہ اردو۔ جامعہ کراچی